رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قریب ہے کہ دیگر قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے والے دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں“۔

مسلمانوں کی موجودہ حالت اور انکی ترقی کے راستے

تالیف:

علامہ ربیع بن ھادی مدخلی حفظہ اللہ

مترجم:

د/ اجمل منظور المدنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه ونستغفره ونستهديه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا و من سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له و من يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله.

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ} [آل عمران: 102]، {يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا} [النساء: 1]، {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا * يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا} (الأحزاب: ۷۱)۔

أما بعد:

فإن أصدق الحديث كلام الله، وخير الهدي هدي محمد صلى الله عليه وسلم، وشر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة فى النار.

امابعد:

آج جب ہم مسلمانوں کی موجودہ کرب ناک حالات پر نظر دوڑاتے ہیں تو سوائے حسرت وافسوس

کے کچھ کہا نہیں جاتا ہے، کلیجہ منہ کو آجاتا ہے، کیونکہ اس وقت مسلمانوں کے اندر مختلف امراض کے اپنا بسیرا جمارکھا ہے: خواہ وہ عقدی امراض ہوں یا منہجی، سیاسی امراض ہوں یا سماجی، ہر طرح کی بیماریاں موجود ہیں۔

مگر ایک خوش آئند بات یہ ہیکہ کوئی بھی بیماری لاعلاج نہیں ہے، سب کا علاج بھی موجود ہے اور انکا علاج خود ان کے ہاتھوں میں ہے۔لیکن وہ یہاں سے اسکا علاج کرنا نہیں چاہتے الاماشاء اللہ، بلکہ اسکے علاج کیلئے ادھر ادھر دردر بھٹکتے ہیں۔

ان سب کا صحیح علاج اللہ رب العالمین نے پیش کردیا ہے مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس علاج کی طرف بہت کم لوگ توجہ دیتے ہیں۔

اللہ تعالی نے اس قرآن کے بارے میں کہا کہ اس کے اندر شفا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ أَأَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى أُولَئِكَ يُنَادَوْنَ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ) ترجمہ: اور اگر ہم اسے عجمی قرآن بنادیتے تو یقیناوہ کہتے اس کی آیات کھول کر کیوں نہ بیان کی گئیں، کیا عجمی زبان اور عربی (رسول)؟ کہہ دے یہ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہدایت اور شفا ہے اور وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ ان کے حق میں اندھا ہونے کا باعث ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں بہت دور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔ (فصلت:۴۴)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا) ترجمہ: اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے اور وہ ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔

(الاسراء:۸۲)۔

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی بابت، جس میں باطل کا شائبہ بھی نہیں، فرماتا ہے کہ وہ ایمانداروں کے دلوں کی تمام بیماریوں کے لیے شفاء ہے۔شک، نفاق، شرک، ٹیڑھ پن اور باطل کی لاگوٹ سب اس سے دور ہو جاتی ہے۔ایمان، حکمت، بھلائی، رحمت، نیکیوں کی رغبت اس سے حاصل ہوتی ہے۔جو بھی اس پر ایمان ویقین لائے، اسے سچ سمجھ کر اس کی تابعداری کرے، یہ اسے اللہ کی رحمت کے نیچے لا کھڑا کرتا ہے۔

ہاں جو ظالم جابر ہو، جو اس سے انکار کرے وہ اللہ سے اور دور ہو جاتا ہے۔قرآن سن کر اس کا کفر اور بڑھ جاتا ہے، پس یہ آفت خود کافر کی طرف سے اس کے کفر کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ قرآن کی طرف سے، وہ تو سراسر رحمت وشفاء ہے۔

اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔الغرض مومن اس پاک کتاب کو سن کر نفع اٹھاتا ہے، اسے حفظ کرتا ہے، اسے یاد کرتا ہے، اس کا خیال رکھتا ہے۔بے انصاف لوگ نہ اس سے نفع حاصل کرتے ہیں، نہ اسے حفظ کرتے ہیں، نہ اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔اللہ نے اسے شفاء ورحمت صرف مومنوں کے لیے بنایا ہے۔

بلکہ یہ قرآن انکے تمام امراض کیلئے شفا ہے۔

اسلئے یہ جس بھی بیماری میں مبتلا ہیں اور جس بھی ذلت و رسوائی اور کمزوری کا شکار ہیں اس کا واحد علاج یہی ہے کہ وہ اس کتاب عظیم کی طرف پلٹ آئیں، اور اسے اپنے عقائد میں، اپنی عبادتوں میں، اپنے مناہج میں، اپنی سیاست بلکہ اپنے تمام امور زندگی میں اسکی طرف رجوع کریں۔

اسکے علاوہ انکا کوئی علاج نہیں ہے۔اور بصد افسوس کہنا پڑتا ہے کہ جو اطباء انہیں علاج پیش کرتے ہیں وہ مسکین اور نادان ہیں یا پھر بھٹکے ہوئے ہیں جو اس اہم اور واجبی علاج سے روگردانی کرتے ہیں اور

دوسرے ایسے زہرآلود علاج کا رخ کرتے ہیں جن سے ان کی بیماری میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے اور مزید پریشانیوں اور تکلیفوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور ساتھ ہی ذلت و رسوائی اور کمزوری کا مزید شکار ہوجاتے ہیں ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پریشانیوں اور آزمائشوں کی خبر دی ہے اپنی امت کو اور انکا علاج بھی بتایا ہے کہ جب تم مختلف فتنوں اور آزمائشوں میں مبتلا ہوگے اور کمزوریوں کا شکار ہوگے تو اس کا علاج کیسے کرنا ہے ۔

مگر صورت حال یہ ہیکہ آج اس علاج کی طرف بہت کم لوگ رخ کرتے ہیں ۔

اور اگر کوئی انہیں انکی پستی ، ذلت و رسوائی اور کمزوری سے نکالنے کیلئے اصل علاج کی طرف بلاتا بھی ہے تو یہ اسکی بات پر توجہ ہی نہیں دیتے ہیں اور نہ ہی اسکی طرف التفات کرتے ہیں بلکہ افسوس تو یہ ہیکہ الٹا اسی سے لڑائی کرنے لگتے ہیں ۔

یعنی جو کلمہ حق بولے، کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف دعوت دے، لوگوں کو انہیں ان گمراہیوں اور بدعات سے نکالنے کی کوشش کرے جنہوں نے انہیں طرح طرح کی مشکلات اور ذلت و رسوائی نیز کمزوری کی حالت میں پہونچا دیا ہے تو یہ اسی سے لڑائی کرنے لگتے ہیں، یہ اسی سے جنگ کرتے ہیں جو انکی اصلاح کرنا چاہتا ہے انہیں ہلاکت اور تباہی کے گڑھے سے نکالنا چاہتا ہے ۔

اے امت مسلمہ کے دیوانو! آخر توحید خالص کہاں ہے؟

عقیدہ صحیحہ کہاں ہے؟

منہج صحیح کہاں ہے؟

اس وقت مسلمانوں کو جو کچھ اکٹھا اور متحد کرسکتی ہے وہ یہ ہیکہ سب ملکر ایک عقیدے اور ایک منہج پر قائم ہوجائیں، اور یہ چیز انہیں صرف کتاب اللہ اور سنت رسول میں ملے گی اور جس پر ہمارے سلف صالح

قائم تھے جن کا اللہ اور اسکے رسول پر کامل ایمان تھا بلکہ ایمان و اسلام کے تمام امور و ارکان پر ایمان تھا اور جنہیں ان لوگوں نے اپنی زندگی میں نافذ کیا خواہ ان کا تعلق عقائد سے ہو یا عبادات سے، اعمال وسلوک سے ہو یا جہاد و دعوت سے، اور آج بھی اس امت کی حالت انہیں چیزوں سے درست ہو سکتی ہے جن سے پہلے کے لوگوں کی ہوئی تھی۔

آپ اصلاح ڈھونڈتے رہیں کبھی یہاں کبھی وہاں، کبھی اصلاح جمہوریت میں ڈھونڈیں اور نام نہاد اصلاح پسندوں کے ساتھی بنیں، روافض، باطنیہ اور لبرلوں کے خیموں میں چلے جائیں یا اہل کتاب کے خیموں میں چلے جائیں، اصلاح کی ڈگڈگی بجانے والے ہر جگہ ملیں گے اور سب اتحاد کی بات کریں گے مگر سوال یہی ہے کہ یہ سب کس بات متحد ہونے اور اجتماعیت کی بات کریں گے؟!

سب کے اپنے اپنے اہداف ہیں اپنا اپنا نظریہ ہے اسی بنیاد پر سب اتحاد کی طرف بلائیں گے، اپنے نظریئے سے کوئی سمجھوتہ نہیں کرے گا۔

کوئی یورپ سے اصلاح کی بات کرے گا کوئی امریکہ سے اصلاح کی بات کرے گا مگر جمہوریت کے خول سے باہر کوئی نہیں نکلے گا، کیا یہی اصلاح ہے اور کیا ہمارا علاج اسی یورپین جمہوریت میں ہے؟!

یہ میڈیائی دور ہے، آپ اخبارات، میگزین اور ویب سائٹ اور دیگر ذرائع ابلاغ کو دیکھ لیں سب اسی جمہوریت کی بات کرتے ہیں، بہت کم ایسا پائیں گے جو کلمہ حق اور کتاب وسنت کی بات کرے اور علاج شافی کی طرف لوگوں کو دعوت دے۔

ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا. فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزَعَنَّ اللَّهُ مِنَ

صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ اللّٰهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ. فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا الْوَهْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَ كَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ".

ترجمہ: سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قریب ہے کہ دیگر قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے والے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں" تو ایک کہنے والے نے کہا: کیا ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں، بلکہ تم اس وقت بہت ہو گے، لیکن تم سیلاب کی جھاگ کے مانند ہو گے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا خوف نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں (وہن) ڈال دے گا" تو ایک کہنے والے نے کہا: اللہ کے رسول! (وہن) کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ دنیا کی محبت اور موت کا ڈر ہے"۔(سنن ابی داود: ۴۲۹۷)۔

یقینا آج مسلمان اسی حالت میں پہونچ چکے ہیں، دشمنوں کے دلوں سے رعب نکل چکا ہے، اور مسلمانوں کے دلوں میں وہن بیٹھ چکا ہے یہاں تک کہ یہ کمزوری کے آخری سطح تک پہونچ چکے ہیں، پھر وہاں سے نکلنا نہیں چاہتے۔

افسوس کی بات یہ ہیکہ اسکے باوجود بہت سے لوگ اصلاح کہ بات کرتے ہیں علاج کی بات کرتے ہیں مگر جمہوریت کے سائے میں، مختلف ادیان و مذاہب کے مابین گفتگو کے ذریعے، تقدیس ادیان اور تقارب بین المذاہب کے ذریعے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاکہ بنا کر مذاق اڑایا جا رہا ہے اور ہم اپنا علاج ڈھونڈھ رہے ہیں، ہم مدد مانگ رہے ہیں اقوام متحدہ سے، عالمی اداروں سے، ہم نے اپنے دین اور اسکے مقدسات کو فاسد ادیان کے ساتھ لگا رکھا ہے، بلکہ ان سے مدد کی بھیک مانگ رہے ہیں جو خود ہمیں ذلیل و رسوا دیکھنا چاہتے ہیں!!

افسوس صد افسوس! مسلمان عراق میں ذبح کئے جا رہے ہیں، مگر کوئی آواز اٹھانے والا نہیں، اہل سنت مارے جا رہے ہیں مگر کہیں پر کوئی آواز نہیں، باطنیہ اور روافض کے ہاتھوں اہل سنت کی مساجد جلائی گئیں اور انہیں گرایا گیا مگر کہیں پر کوئی آواز نہیں، قرآن کو جلایا گیا مگر کوئی آواز اٹھانے والا نہیں، آخر کیوں؟ اسلئے کہ ہم انتہائی پستی اور کمزوری کی حالت میں پہونچ چکے ہیں۔

ہم پر ضروری ہوگیا ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں، کتاب وسنت کی پیروی کریں، احکام باری تعالی کی بجا آواری کریں، ضروری ہوگیا ہے کہ اب ہم اللہ کی دعوت پر لبیک کہیں، ضروری ہوگیا ہے کہ اب ہم ظاہر و باطن ہر اعتبار سے مسلمان بن جائیں، اس دین حق کو ہر سطح پر لاگو کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بھی ذلت وقلت میں تھے لیکن جب انہوں نے اخلاص اور سچائی کے ساتھ کتاب اللہ اور سنت رسول پر عمل کیا تو اللہ نے انکی مدد فرمائی اور اس وقت سپر پاور طاقتوں سے انہوں نے ٹکر لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے انکی طاقت کو پاس پاس کر دیا حالانکہ ان کی تعداد بھی کم تھی اور اسلحہ بھی کم تھے، ہاں انکے پاس اللہ کی کتاب اور اسکے رسول کی سنت تھی جسے انہوں نے مضبوطی کے ساتھ تھام رکھا تھا۔

میں جس وقت مدینہ میں تھا۔ عبد نبوی میں ایک بار بیٹھا ہوا تھا کہ مجھے یہ حدیث یاد آگئی:

عن أَبِي هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أُمِرْتُ بِقَرْيَةٍ تَأْكُلُ الْقُرَى، يَقُولُونَ: يَثْرِبَ وَهِيَ الْمَدِينَةُ، تَنْفِي النَّاسَ كَمَا يَنْفِي الْكِيرُ خَبَثَ الْحَدِيدِ ".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: "کہ مجھے حکم ہوا ہے یعنی (ہجرت کا) ایسے قریہ کی طرف جو سب قریوں کو کھا جائے گا لوگ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے اور لوگوں کو ایسا چھانٹتا ہے جیسے لوہے کی بھٹی میل چھانٹتی ہے۔" (صحیح مسلم: ۱۳۸۲)۔

میرے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ مدینہ آخر کیسے ساری بستیوں کو کھا جائے گا؟

اس کا جواب یہی ہے کہ اسی مدینہ نے ساری دنیا کو فتح کیا ہے، آغاز میں مدینہ کیا تھا ایک مسجد کے سوا کہ پورے مدینہ کے لوگ مسجد میں آجاتے تھے۔ مگر انہیں لوگوں نے پوری دنیا کو فتح کیا تھا۔ لیکن آج یہ مسجد کی مدینہ شہر میں مقابلے کیا حیثیت ہے، اور یہ خود کس قدر وسیع ہے، پوری دنیا کے یہاں آتے ہیں، ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں آتے ہیں مگر انکی کیا حیثیت ہے سوائے سمندری جھاگ کے۔

اللہ نے انکے ہاتھوں دنیا کو فتح کیا کیونکہ وہ ایمان میں مخلص تھے، اللہ پر توکل کرتے تھے، کتاب و سنت کی روشنی میں عمل کرتے تھے۔

انہوں نے دنیا کو محض اپنی قوت بازو سے فتح نہیں کیا تھا بلکہ اللہ کی نصرت اور تائید شامل حال تھی، ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ) ترجمہ: اور اللہ نے اسے نہیں بنایا مگر تمھارے لیے ایک خوشخبری اور تاکہ تمھارے دل اس کے ساتھ مطمئن ہو جائیں اور مدد نہیں ہے مگر اللہ کے پاس سے، جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ (آل عمران: ۱۲۶)۔

آج ہمارے اوپر بھی واجب ہوگیا ہے کہ اسی توحید کو لازم پکڑ لیں جس میں تعلیم ہمیں قرآن پاک دیتا ہے اور جسے لیکر سارے انبیاء آئے۔

مگر افسوس کہ آج ہم دیکھتے ہیں ہر ملک میں مزار اور خرافات پھیلے ہوئے ہیں، بدعات اور گمراہیوں کی بھرمار ہے، ایسے میں اللہ کی مدد کیسے آئے گی، ارشاد باری تعالی ہے: (وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ) ترجمہ: اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی

سے پکڑلو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ اور اپنے او پر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمھیں اس سے بچالیا۔اس طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے،تا کہ تم ہدایت پاؤ۔(آل عمران: ۱۰۳)۔

سوال یہ ہیکہ اللہ کی رسی کیا ہے؟ یہ کتاب اللہ اور سنت رسول ہے،اسی کا حکم پوری امت کو ہے،مگر کیا امت آج اس پر عمل پیرا ہے؟!

بالکل نہیں، ضروری ہے کہ ہم کتاب وسنت پر عمل کریں،لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس پر عمل کرنے والے کم اور اسی منہج سے لڑنے والے زیادہ ہیں!!

میرے پیارے بچو! یہی شہر مدینہ ہے، میں جب یہاں پڑھنے آیا اس وقت سے لیکر پڑھانے تک اور مکہ بھی گیا تکمیل تعلیم کیلئے، ہر جگہ سب لوگ ایک ہی عقیدے اور ایک ہی منہج پر تھے، کہیں پر کوئی اختلاف نہیں تھا،بعض جزئی مسائل میں اختلافات تھے اور اس سے تو صحابہ کا دور بھی خالی نہیں رہا ہے،مگر دینی، عقدی، منہجی وفکری اور سیاسی ہر سطح پر سب متحد تھے لیکن کوئی اختلاف نہیں تھا۔

پھر شیطان آیا اور اپنے ساتھ بہت سے فتنہ پروروں کو لایا جنھوں نے اس سرزمین میں بھی اختلاف وانتشار اور گروپ سے بھر دیا،اس وقت لوگ مختلف ہو چکے ہیں،بعض بعض سے نفرت کرنے لگا ہے، وہ محبت اور اخوت نہیں رہی، ہر کوئی اپنی فکر پیش کرنے لگا ہے اور اسی کے منوانے کی کوشش میں ہے،خواہ وہ باطل ہو کہ حق۔

صحیح بخاری میں وارد ہوا ہے:

عن ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَدِمَ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنِ بْنِ حُذَيْفَةَ، فَنَزَلَ عَلَى ابْنِ أَخِيهِ الحُرِّ بْنِ قَيْسٍ، وَكَانَ مِنَ النَّفَرِ الَّذِينَ يُدْنِيهِمْ عُمَرُ، وَكَانَ

الْقُرَّاءُ أَصْحَابَ مَجَالِسِ عُمَرَ، وَمُشَاوَرَتِهِ كُهُولًا كَانُوا أَوْ شُبَّانًا، فَقَالَ عُيَيْنَةُ لِابْنِ أَخِيهِ: يَا ابْنَ أَخِي، هَلْ لَكَ وَجْهٌ عِنْدَ هَذَا الْأَمِيرِ فَاسْتَأْذِنْ لِي عَلَيْهِ؟ قَالَ: سَأَسْتَأْذِنُ لَكَ عَلَيْهِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَاسْتَأْذَنَ الْحُرُّ لِعُيَيْنَةَ فَأَذِنَ لَهُ عُمَرُ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ، قَالَ: هِيْ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ، فَوَاللَّهِ مَا تُعْطِينَا الْجَزْلَ، وَلَا تَحْكُمُ بَيْنَنَا بِالْعَدْلِ، فَغَضِبَ عُمَرُ، حَتَّى هَمَّ أَنْ يُوقِعَ بِهِ، فَقَالَ لَهُ الْحُرُّ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى، قَالَ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ سورة الأعراف آية 199، وَإِنَّ هَذَا مِنَ الْجَاهِلِينَ، وَاللَّهِ مَا جَاوَزَهَا عُمَرُ حِينَ تَلَاهَا عَلَيْهِ، وَكَانَ وَقَّافًا عِنْدَ كِتَابِ اللَّهِ.

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ نے اپنے بھتیجے حر بن قیس کے یہاں آ کر قیام کیا۔ حر، ان چند خاص لوگوں میں سے تھے جنہیں عمر رضی اللہ عنہ اپنے بہت قریب رکھتے تھے جو لوگ قرآن مجید کے زیادہ عالم اور قاری ہوتے۔

عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں انہیں کو زیادہ نزدیکی حاصل ہوتی تھی اور ایسے لوگ آپ کے مشیر ہوتے۔ اس کی کوئی قید نہیں تھی کہ وہ عمر رسیدہ ہوں یا نوجوان۔ عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا کہ تمہیں اس امیر کی مجلس میں بہت نزدیکی حاصل ہے۔ میرے لیے بھی مجلس میں حاضری کی اجازت لے دو۔ حر بن قیس نے کہا کہ میں آپ کے لیے بھی اجازت مانگوں گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔

چنانچہ انہوں نے عیینہ کے لیے بھی اجازت مانگی اور عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مجلس میں آنے کی اجازت دے دی۔ مجلس میں جب وہ پہنچے تو کہنے لگے: اے خطاب کے بیٹے! اللہ کی قسم! نہ تو تم ہمیں مال ہی دیتے ہو اور نہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے ہو۔ عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی اس بات پر بڑا غصہ آیا اور آگے بڑھ ہی رہے تھے کہ حر بن قیس نے عرض کیا: یا امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے خطاب

کر کے فرمایا ہے" معافی اختیار کر اور نیک کام کا حکم دے اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جایا کیجئے۔" اور یہ بھی جاہلوں میں سے ہیں۔ اللہ کی قسم! کہ جب حر نے قرآن مجید کی تلاوت کی تو عمر رضی اللہ عنہ بالکل ٹھنڈے پڑ گئے اور کتاب اللہ کے حکم کے سامنے آپ کی یہی حالت ہوتی تھی۔ (صحیح بخاری: ۴۶۴۲)۔

امیر المومنین کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور اس آدمی کو معاف کر دیا جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے۔

یہاں شاہد یہ ہیکہ ابن عباس نے کہا کہ کتاب اللہ کے حکم کے سامنے آپ کی یہی حالت ہوتی تھی۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ محدث امام اور فقیہ تھے، مگر کبھی کبھی اجتہاد کرتے وقت آپ بھی غلطی کر جاتے مگر جیسے ہی کوئی ٹوکتا تو آپ اپنی باتوں سے رجوع کر لیتے تھے اور کتاب اللہ کے سامنے رک جاتے تھے۔

اسی طرح آپ ہی کا ایک اور واقعہ بیان کیا جاتا ہے جسے امام بخاری نے نقل کیا ہے:

عَنْ أَبِي وَائِلٍ، قَالَ: جَلَسْتُ إِلَى شَيْبَةَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ قَالَ: جَلَسَ إِلَيَّ عُمَرُ فِي مَجْلِسِكَ هَذَا، فَقَالَ: " لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَا أَدَعَ فِيهَا صَفْرَاءَ وَلَا بَيْضَاءَ، إِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ، قُلْتُ: مَا أَنْتَ بِفَاعِلٍ، قَالَ: لِمَ قُلْتُ لَمْ يَفْعَلْهُ صَاحِبَاكَ؟ قَالَ: هُمَا الْمَرْءَانِ يُقْتَدَى بِهِمَا".

ترجمہ: ابو وائل نے بیان کیا کہ اس مسجد (خانہ کعبہ) میں، میں شیبہ بن عثمان حجبی (جو کعبہ کے کلید بردار تھے) کے پاس بیٹھا تو انہوں نے کہا کہ جہاں تم بیٹھے ہو، وہیں عمر رضی اللہ عنہ بھی میرے پاس بیٹھے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ میرا ارادہ ہے کہ کعبہ میں کسی طرح کا سونا چاندی نہ چھوڑوں اور سب مسلمانوں میں تقسیم کر دوں جو نذر اللہ کعبہ میں جمع ہے۔ میں نے کہا کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ کہاں کیوں؟ میں نے کہا کہ آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ) نے ایسا نہیں کیا تھا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ وہ دونوں بزرگ ایسے ہی تھے جن کی اقتداء کرنی ہی چاہیے۔ (صحیح بخاری:

۷۲۷۵)۔

یعنی آپ رک گئے۔

اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کتاب اللہ اور سنت رسول کے سامنے رک جاتے تھے۔

مگر کیا آج ہم کتاب اللہ اور سنت رسول کے سامنے رکتے ہیں؟!

میرے بھائی! آج ضروری ہے کہ ہم اپنی غلطیوں کی اصلاح کریں اور اپنے اختلافات کو کتاب اللہ اور سنت رسول کی روشنی میں حل کریں، ہم بھی کتاب وسنت کے سامنے رک جائیں، اپنی غلطیوں کو چھوڑ کر کتاب وسنت پر عمل پیرا ہو جائیں۔

میں اپنے ساتھ سب کو یہی نصیحت کروں گا کہ ہم اللہ کا تقوی اختیار کریں، اپنی زندگی میں کتاب وسنت کو نافذ کریں، اپنے بچوں کو اسی کی تربیت دیں، خواہشات نفس اور بدعات سے توبہ کرلیں، اللہ کی قسم! اسی چیز نے امت کو بکھیرا ہے، نوجوانان ملت کو گروپ بندی میں لگایا ہے۔

تمام صحابہ کتاب اللہ کے سامنے رکنے والے تھے، سلف صالحین کا یہی حال تھا کہ جب کسی سے غلطی ہوتی اور انہیں تنبیہ کی جاتی تو وہ اپنی غلطی سے رجوع کر لیتے تھے۔

حتی کہ اگر کسی سے گناہ ہو جاتا تو اسے قرار اس وقت تک نہیں آتا جب تک وہ توبہ نہ کر لیتا اگر حد والا گناہ ہوتا تو پاکی کا مطالبہ کرتا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہتا کہ مجھے پاک کر دیں یعنی مجھ پر حد نافذ کریں۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی معصوم نہیں تھے، ان سے بھی غلطیاں ہوتی تھیں مگر وہ جلد ہی توبہ کر لیتے تھے۔

آج ہمیں بھی یہی کرنا ہے کہ غلطیوں پر توبہ کریں اور انہیں چھوڑ کر کتاب وسنت پر عمل پیرا ہو جائیں،

ارشاد باری تعالی ہے:(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ) ترجمہ:اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی طرف توبہ کرو، خالص توبہ، تمھارا رب قریب ہے کہ تم سے تمھاری برائیاں دور کردے اور تمھیں ایسے باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں ۔(التحریم:۸)۔

آپ سے کسی بھی چیز میں غلطی ہو جائے،عقیدہ میں،منہج میں،سلوک میں،عبادت میں یا کسی بھی چیز میں،توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے،کوئی عار کی بات نہیں ہے،انبیاء بھی غلطی کرتے تھے تو فورس رجوع کرتے ہیں،آدم علیہ السلام کا توبہ مشہور ہے،اسی طرح سے داود علیہ السلام اور موسی علیہ الصلوۃ والسلام کا واقعہ بھی معروف ہے ان سب کو قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

حتی کہ یہ انبیاء قیامت کے روز بھی اپنے گناہوں کو یاد کریں گے اور انکا ذکر کریں گے،اس لئے گناہوں پر کوئی شرمندگی نہیں ہے،بلکہ فورس توبہ کرنا چاہئے۔

میرے بھائی! پوری زندگی غلطیوں اور گناہوں میں گزار دیں اور توبہ نہ کریں کا قدر بدنصیبی ہے! باطل عقائد پر باوی رہیں اور کتاب وسنت کی طرف رجوع نہ کریں کس قدر بدبختی اور شقاوت ہے!!

ممکن ہے جس باطل اور بدعت پر آپ عمل پیرا ہیں دوسرے بھی اسی کی پیروی کریں اور آپ کو انکے بھی گناہوں کا بوجھ اٹھانا پڑے،جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ جَرِيرٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا، كَانَ لَهُ أَجْرُهَا وَمِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا، كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا".

ترجمہ: سیدنا جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" جس نے کوئی اچھا

طریقہ ایجاد کیا اور اس پر لوگوں نے عمل کیا تو اسے اس کے (عمل) کا اجر و ثواب ملے گا، اور اس پر جو لوگ عمل کریں ان کے اجر کے برابر بھی اسے اجر ملتا رہے گا، اس سے ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی، اور جس نے کوئی برا طریقہ ایجاد کیا اس پر اور لوگوں نے عمل کیا تو اس کے اوپر اس کا گناہ ہوگا، اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی اسی پر ہوگا، اور ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی"۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۰۳)۔

میرے بھائیو! اسلئے اچھی سنت قائم کرو دین میں بدعت ایجاد نہ کرو، کتنی ایسی سنتیں ہیں جنہیں زندہ کرنا باقی ہے، لوگوں نے ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے، انہیں زندہ کریں گے تو اپنے اجر کے ساتھ دوسروں کے اجر میں بھی شریک ہوجائیں گے۔ اور اس طرح اجر کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

یہی معاملہ بدعت کا بھی ہے۔

اسلئے ضروری ہے کہ ہم سب کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھام لیں، سنت پر قائم رہیں، استقامت اختیار کریں، بہت ساری آیتوں میں اللہ نے ہمیں اتباع اور فرمانبرداری کا حکم دیا ہے۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالی ہے: (اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ) ترجمہ: اس کے پیچھے چلو جو تمھاری طرف تمھارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا اور دوستوں کے پیچھے مت چلو۔ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔ (الاعراف: ۳)۔

کتاب اللہ ہمارے سامنے ہے، اسے ہم پڑھتے ہیں یاد کرتے ہیں مگر عمل کہاں ہے؟

کیا قرآن ہمیں عمل کی دعوت نہیں دیتا ہے؟

کیا قرآن ہمیں اجتماعیت کی دعوت نہیں دیتا ہے؟

کیا قرآن ہمیں کتاب وسنت کے تھامنے کی دعوت نہیں دیتا ہے؟

کیا قرآن ہمیں باطل کے ترک کرنے کا حکم نہیں دیتا ہے؟

کیا قرآن ہمیں بدعات کے ترک کرنے کا حکم نہیں دیتا ہے؟

کیا قرآن ہمیں شرک وگمراہی سے لڑنے کا حکم نہیں دیتا ہے؟

اسلئے ضروری ہے کہ ہم اپنے بچوں کو توحید کی تعلیم دیں اور شرک و بدعات سے انہیں آگاہ کریں۔ باطل اور گمراہی سے توبہ کریں۔

کیا انہیں گمراہیوں نے مسلمانوں کو اس کمزوری کی حالت میں نہیں پہونچایا ہے؟

اس وقت عالم اسلام کے اندر باطل جماعتوں، فرقوں اور تنظیموں کی کثرت ہے، اسی لئے لوگ مزید آزمائشوں سے دوچار ہورہے ہیں، کیونکہ انہوں نے انبیاء کا اصلاحی طریقہ چھوڑ کر اپنے اپنے آراء وافکار کو پکڑ رکھا ہے۔

انبیاء کا اصلاحی طریقہ کیا تھا؟

انہوں نے پہلے عقیدے کی اصلاح کی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس قوم میں مبعوث کئے گئے ان کے اندر شرک وگمراہی پائی جاتی تھی زندگی میں ہر جگہ بگاڑ تھا، ہر موڑ پر خرابی تھی، مگر سب سے پہلے عقیدے کی اصلاح کی، غیر اللہ کی پرستش سے روکا، غیر اللہ کیلئے ذبیحہ کرنے سے روکا، شجر وحجر اور ملائکہ وانبیاء کی پرستش سے منع کیا۔

مگر آج عالم اسلام کو دیکھ لیں، مصر سوڈان سے لیکر پاکستان تک چلے جائیں، مزارات اور خانقاہوں پر عجائب دیکھیں گے، کھلم کھلا شرک کا ارتکاب کیا جاتا ہے مگر انہیں کوئی روکنے والا نہیں، کوئی انہیں توحید کی دعوت دینے والا نہیں ہے۔

میرے بھائی! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسلام لانے کے بعد بھی صحابہ کو جمع کرتے تھے اور شرک نہ کرنے پر بیعت لیتے تھے، ابوبکر وعمر اور دیگر صحابہ سے شرک نہ کرنے پر بیعت لیتے تھے، یعنی تنبیہ، تجدید اور آگاہی مقصود تھا۔

اسلئے آج بھی ضروری ہے کہ ہم اس طرح ظلم سے آگاہ رہیں۔
آج کا حال یہ ہیکہ اگر کسی کو شرک و بدعات پت تنبیہ کرو تو کہنے لگتے ہیں کہ کیا ہم مشرک ہیں؟
آخر کیا ابو بکر و عمر اور دیگر صحابہ مشرک تھے جنہیں شرک نہ کرنے کی تلقین کی جاتی تھی؟!
کیا ابراہیم علیہ السلام مشرک تھے جو یہ دعا کرتے تھے:(وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ [35] رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ) ترجمہ: اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔ [35] اے میرے رب! بے شک انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا، پھر جو میرے پیچھے چلا تو یقینا وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقینا تُو بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔(ابراہیم:۳۶)۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے کہ اللہ مجھے اپنے دین پر قائم ثابت قدم رکھ جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:
عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ أَنْ يَقُولَ: " يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ، ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ "، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، آمَنَّا بِكَ وَبِمَا جِئْتَ بِهِ فَهَلْ تَخَافُ عَلَيْنَا؟ قَالَ: " نَعَمْ، إِنَّ الْقُلُوبَ بَيْنَ أُصْبُعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ اللَّهِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ ".
ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا پڑھتے تھے (یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینك) "اے دلوں کے الٹنے پلٹنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ"، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم لوگ آپ پر اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پر ایمان لے

آئے کیا آپ کو ہمارے سلسلے میں اندیشہ رہتا ہے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں، لوگوں کے دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں جیسا چاہتا ہے انہیں الٹتا پلٹتا رہتا ہے"۔ (سنن ترمذی: ۲۱۴۰)۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یک دعا خوف کرتے تھے اور صحابہ کو بھی اسی کی تعلیم دیتے تھے۔لیکن آج ہم ایسی بات کرتے ہیں گویا ہمیں ضمانت مل چکی ہے کہ ہم شرک ونفاق میں واقع نہیں ہو سکتے!

صحابہ کرام نفاق سے خوف کھاتے تھے جیسا کہ اس روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

قَالَ إِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ: مَا عَرَضْتُ قَوْلِي عَلَى عَمَلِي إِلَّا خَشِيتُ أَنْ أَكُونَ مُكَذِّبًا، وَقَالَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ: أَدْرَكْتُ ثَلَاثِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَخَافُ النِّفَاقَ عَلَى نَفْسِهِ، مَا مِنْهُمْ أَحَدٌ يَقُولُ إِنَّهُ عَلَى إِيمَانِ جِبْرِيلَ، وَمِيكَائِيلَ، وَيُذْكَرُ عَنِ الْحَسَنِ مَا خَافَهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا أَمِنَهُ إِلَّا مُنَافِقٌ، وَمَا يُحْذَرُ مِنَ الْإِصْرَارِ عَلَى النِّفَاقِ وَالْعِصْيَانِ مِنْ غَيْرِ تَوْبَةٍ، لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ سورة آل عمران آية ۱۳۵.

ترجمہ: ابراہیم تیمی (واعظ) نے کہا میں نے اپنے گفتار اور کردار کو جب ملایا، تو مجھ کو ڈر ہوا کہ کہیں میں شریعت کے جھٹلانے والے (کافروں) سے نہ ہو جاؤں اور ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس صحابہ سے ملا، ان میں سے ہر ایک کو اپنے اوپر نفاق کا ڈر لگا ہوا تھا، ان میں کوئی یوں نہیں کہتا تھا کہ میرا ایمان جبرائیل ومیکائیل کے ایمان جیسا ہے اور حسن بصری سے منقول ہے، نفاق سے وہی ڈرتا ہے جو ایماندار ہوتا ہے اور اس سے نڈر وہی ہوتا ہے جو منافق ہے۔اس باب میں آپس کی لڑائی اور گناہوں پر اڑے رہنے اور توبہ نہ کرنے سے بھی ڈرایا گیا ہے۔کیونکہ اللہ پاک نے سورۃ آل عمران میں فرمایا: "اور اپنے برے کاموں پر جان بوجھ کر وہ اڑا نہیں کرتے"۔ (صحیح بخاری: ۴۸)۔

ایک متواضع مومن ہمیشہ اپنے اوپر شرک، نفاق اور گمراہی سے خوف کھاتا ہے اور ثابت قدمی کی

دعا کرتا ہے:(رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ[8] رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ) ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر، اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، بے شک تو ہی بے حد عطا کرنے والا ہے۔[8] اے ہمارے رب! بے شک تو سب لوگوں کو اس دن کے لیے جمع کرنے والا ہے جس میں کوئی شک نہیں، بے شک اللہ وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔(آل عمران:۹)۔

ارشاد باری تعالی ہے:(أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ) ترجمہ: پھر کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہو گئے ہیں، تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔(الاعراف:۹۹)۔

ہم بھی دعا کریں کہ اللہ ہم اسے دلوں کو ٹیڑھا نہ کرے ہمارے دلوں میں ایمان کو راسخ کردے، اللہ ہمیں استقامت اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں دین وعقیدے اور اطاعت پر قائم رکھ، یہی دعا ہم صبح وشام کرتے رہیں۔

بھائیو! آج ضرورت ہے کہ کتاب وسنت کی روشنی میں محبت اور اخوت کی تعلیم عام کی جائے، نفاق اور مداہنت کی بنیاد پر حقیقی محبت اور اخوت کبھی بھی قائم نہیں رہ سکتی۔

سوال یہ ہیکہ ہم متحد تھے ہم ایک عقیدے اور منہج پر قائم تھے پھر اخر ہمیں کس چیز نے بانٹا اور ہمیں کس چیز نے منتشر کیا؟

یہ خواہشات نفس کی پیروی ہے، گمراہ عقائد اور افکار ونظریات کی دعوت کا قبول کرنا ہے، علمائے ربانیین سے دوری اور نئے نئے مفکرین سے جڑنا ہے، انہیں چیزوں نے ہمارے اندر اختلاف پیدا کیا، آپس میں دشمنی اور بغض کو جنم دیا یہاں تک کہ معاملہ تکفیر اور قتل وخونریزی تک پہونچ چکا ہے۔

ہمیں یاد کرنا ہوگا کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی سلفی دعوت سے قبل جزیرہ عرب کی کیا حالت تھی، کس طرح لوگ اختلاف وانتشار اور گروپ بندی میں مبتلا تھے، اسی لئے وہ ضائع اور گمنام تھے، جہالت انتہا کو پہونچی ہوئی تھی۔

اسلئے ضروری ہے کہ ہمارے اندر اگر کوئی کمی، نقص یا کسی بھی میدان میں کوئی غلطی اور گمراہی ہو تو اس سے توبہ کرلیں، آپسی دشمنی ختم کر کے بھائی چارہ اور محبت پیدا کرلیں۔

اور یہ جان لیں کہ پوری دنیا کے دشمنان یہود ونصاری اور تمام ملحدین اسی سلفی دعوت کو ختم کرنا چاہتے ہیں جسکی تجدید شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے کی تھی، کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ یہی حقیقی اسلام ہے، اس بات کی تصدیق کبھی نہ کرنا کہ روافض اور یہود ونصاری کے بیچ میں کوئی دشمنی ہے، یہ سب صریح جھوٹ اور کھلا مذاق ہے، لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکا جارہا ہے۔

یہود ونصاری اور تمام اعدائے توحید صرف اسی سلفی دعوت اور منہج سے دشمنی رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان کے یہاں بڑے بڑے فلاسفہ اور مفکرین پائے جاتے ہیں جو اسلام کا باریکی سے دراسہ اور تحقیق کرتے ہیں، اور انہیں معلوم ہے کہ مسلمانوں میں کون ہمارا ساتھ دے سکتا ہے اور صحیح اور سچا اسلام کو کے پاس ہے۔

دعا ہیکہ اللہ تعالی ہم سب کو دین حق پر قائم رکھے، کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنے کی توفیق عطا فرمائے وصلی اللہ وسلم وبارک علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔



کتاب وسنت

انکی اہمیت وضرورت

تالیف:

علامہ ربیع بن ھادی مدخلی

مترجم:

د/ اجمل منظور المدنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه ونستغفره ونستهديه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله.

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ} [آل عمران: 102]، {يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا} [النساء: 1]، {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا * يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا} (الأحزاب: ۷۱)۔

أما بعد:

فإن أصدق الحديث كلام الله، وخير الهدي هدي محمد صلى الله عليه وسلم، وشر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة فی النار.

امابعد:

دین اسلام یقینا حصول علم پر لوگوں کو ابھارتا ہے، اسکی تعریف کرتا ہے، نیز اہل علم کے مقام و مرتبے اور انکی شان بلند رکھتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ

وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ) ترجمہ: کہہ دیں کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے؟ نصیحت تو بس عقلوں والے ہی قبول کرتے ہیں۔(الزمر:۹)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ) ترجمہ: اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے صرف جاننے والے ہی ڈرتے ہیں، بے شک اللہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔(فاطر:۲۸)۔

بلکہ خاتم الانبیاء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کیا ہے کہ حصول علم جہاد کی ایک قسم ہے جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ".

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے نکلے تو وہ لوٹنے تک اللہ کی راہ میں (شمار) ہوگا“۔(سنن ترمذی: ۲۶۴۷)۔

اور یہ کہ تلاش علم میں نکلنا جنت کی راہ پر چلنا ہے جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ كَثِيرِ بْنِ قَيْسٍ، قَالَ:" كُنْتُ جَالِسًا مَعَ أَبِي الدَّرْدَاءِ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ، فَجَاءَهُ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ، إِنِّي جِئْتُكَ مِنْ مَدِينَةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَدِيثٍ بَلَغَنِي أَنَّكَ تُحَدِّثُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا جِئْتُ لِحَاجَةٍ، قَالَ: فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:" مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَطْلُبُ فِيهِ عِلْمًا سَلَكَ اللَّهُ بِهِ طَرِيقًا مِنْ طُرُقِ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ، وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالْحِيتَانُ فِي جَوْفِ الْمَاءِ، وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ

لَيۡلَةَ الۡبَدۡرِ عَلَى سَائِرِ الۡكَوَاكِبِ، وَإِنَّ الۡعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الۡأَنۡبِيَاءِ، وَإِنَّ الۡأَنۡبِيَاءَ لَمۡ يُوَرِّثُوا دِينَارًا وَلَا دِرۡهَمًا وَرَّثُوا الۡعِلۡمَ فَمَنۡ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ ".

ترجمہ: کثیر بن قیس کہتے ہیں کہ میں ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں ان کے پاس ایک شخص آیا اور ان سے کہنے لگا: اے ابو الدرداء! میں آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر سے اس حدیث کے لیے آیا ہوں جس کے متعلق مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں میں آپ کے پاس کسی اور غرض سے نہیں آیا ہوں، اس پر ابو الدرداء نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "جو شخص طلب علم کے لیے راستہ طے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے جنت کی راہ چلاتا ہے اور فرشتے طالب علم کی بخشش کی دعا کرتے ہیں یہاں تک کہ مچھلیاں پانی میں دعائیں کرتی ہیں، اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہی ہے جیسے چودھویں رات کی تمام ستاروں پر، اور علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور نبیوں نے اپنا وارث درہم و دینار کا نہیں بنایا بلکہ علم کا وارث بنایا تو جس نے علم حاصل کیا اس نے ایک وافر حصہ لیا"۔ (سنن ابی داود: ۳۶۴۱)۔

اور اہل علم کا مقام ومرتبہ اور درجہ اللہ کے نزدیک بہت بلند ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (يَرۡفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمۡ وَالَّذِينَ أُوتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعۡمَلُونَ خَبِيرٌ) ترجمہ: اللہ ان لوگوں کو درجوں میں بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنھیں علم دیا گیا اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پوری طرح باخبر ہے۔ (المجادلۃ: ۱۱)۔

اسی طرح اللہ تعالی نے ایک عالم اور جاہل کے درمیان فرق کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: (قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِي الَّذِينَ يَعۡلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعۡلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الۡأَلۡبَابِ) ترجمہ: کہہ دیں کیا برابر ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور وہ جو نہیں جانتے؟ نصیحت تو بس عقلوں والے ہی قبول

کرتے ہیں ۔(الزمر:۹)۔

ہماری دانشمند حکومت نے اس امر کا یعنی تعلیم کی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے اور جہالت کے خطرات اور اسکی سنگینیوں کو سمجھتے ہوئے تعلیم کے شعبے میں بے پناہ بجٹ اور وسائل کو لگا دیا ہے تا کہ مملکہ کے تمام افراد اسکا حصہ بنیں اور چھوٹے بچوں سے لیکر بڑے اور بوڑھوں تک کوئی فرد بھی جاہل نہ رہے، ابتدائیہ سے لیکر اعلی مراحل تک کے مختلف علوم وفنون میں منظم انتظامات کئے گئے۔

اور یہ اس ملک پر اللہ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے کہ مہبط وحی اور منبع نور ہے جہاں سے نبوت کی روشنی پوری دنیا میں پھیلی ہے اور کفر وشرک نیز جہالت کی باریکیوں کو ختم کردیا ہے۔

اسلئے حکومت سے لیکر رعایا تک سب پر یہ ضروری ہے کہ ہم اس ربین نعمت کا احساس کریں اور اس پر اللہ رب العالمین کا شکریہ ادا کریں تا کہ یہ نعمت جاری وساری رہے، ارشاد باری تعالی ہے: (وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ) ترجمہ: اور جب تمھارے رب نے صاف اعلان کردیا کہ بے شک اگر تم شکر کروگے تو میں ضرور ہی تمھیں زیادہ دوں گا اور بے شک اگر تم ناشکری کروگے تو بلاشبہ میرا عذاب یقینا بہت سخت ہے۔(ابراہیم:۷)۔

ساتھ میں ہمیں اس بات کا جاننا بھی ضروری ہے کہ یہ مقام ومرتبہ اسی علم کے ذریعے حاصل ہوسکتا ہے جسے اللہ رب العالمین نے اپنے آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا تھا، اور وہ کتاب وسنت کا علم ہے، جس سے دور رکھنے کیلئے اعدائے اسلام پوری کوشش میں لگے ہوئے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ ہمیں اس عظیم علم سے دور کردیں تا کہ ہم بھی انکی طرح جہالت وضلالت کی زندگی کی طرف لوٹ جائیں، ان کی طرح ہم بھی زندگی گزاریں ان جانوروں جیسا جنہیں صرف کھانے پینے اور عیش کرنے کے سوا کوئی فکر اور مطلب نہیں ہوتا۔

ہم اس ملک کے اندر حکومت سے لیکر رعایا تک سب اپنے دین اسلام پر فخر کرتے ہیں اس سے

محبت اور احترام کرتے ہیں، اس پر جان و مال کی قربانی دیتے ہیں۔

آج ہم دنیوی علوم کے اندر اعدائے اسلام کے مقابلے میں کھڑے ہیں جن کے اندر انکا مقابلہ کرنا آسان نہیں ہے کیونکہ یہ ایسی قوم ہے جسے صرف دنیاوی مال ومتاع اور شہوات وخواہشات اور لذات سے مطلب ہے اسکے آگے جنت یا دوزخ حساب یا عذاب کی انہیں کوئی فکر نہیں ہے بلکہ یہ اس سب امور کے منکر ہیں ارشاد باری تعالی ہے: (بَلِ ادَّارَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْآخِرَةِ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِنْهَا بَلْ هُمْ مِنْهَا عَمُونَ) ترجمہ: بلکہ ان کا علم آخرت کے بارے میں گم ہو گیا ہے، بلکہ وہ اس کے بارے میں شک میں ہیں، بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔(النمل: ٦٦)۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری اکثریت دین کے امور میں قرآن وسنت کے تعلق سے جہالت کا شکار ہے، قریب ہے کہ ہم پر یہ حدیث صادق آئے:

عَنْ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يَتْرُكْ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ”اللہ تعالیٰ اس طرح پر علم نہ اٹھائے گا کہ لوگوں کے دلوں سے چھین لے لیکن اس طرح اٹھائے گا کہ عالموں کو اٹھا لے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا تو لوگ اپنے سردار جاہلوں کو بنا لیں گے وہ بن جانے فتویٰ دیں گے اور خود گمراہ ہوں گے اور اوروں کو بھی گمراہ کریں گے۔“(صحیح مسلم: ٢٦٧٣)۔

چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکی چیز کی تعلیم اپنی امت کو دی ہے ضروری ہے کہ ہم اسے سیکھیں اور اپنی اولاد کو بھی سکھائیں اور بھرپور انداز میں اس سے مستفید ہوں جیسا کہ اس حدیث کے

اندرواردہواہے:

عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالعِلْمِ، كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ، فَأَنْبَتَتِ الْكَلَأَ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ، وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ، فَنَفَعَ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا، وَأَصَابَتْ مِنْهَا طَائِفَةً أُخْرَى إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلَأً، فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ فَقُهَ فِي دِينِ اللَّهِ وَنَفَعَهُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ، وَمَثَلُ مَنْ لَمْ يَرْفَعْ بِذَلِكَ رَأْسًا وَلَمْ يَقْبَلْ هُدَى اللَّهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ۔

ترجمہ: سیدنا ابوموسیٰ سے روایت ہیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جس علم و ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے اس کی مثال زبردست بارش کی سی ہے جو زمین پر (خوب) برسے۔ بعض زمین جو صاف ہوتی ہے وہ پانی کو پی لیتی ہے اور بہت بہت سبزہ اور گھاس اگاتی ہے اور بعض زمین جو سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے اس سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ وہ اس سے سیراب ہوتے ہیں اور سیراب کرتے ہیں۔ اور کچھ زمین کے بعض خطوں پر پانی پڑتا ہے جو بالکل چٹیل میدان ہوتے ہیں۔ نہ پانی روکتے ہیں اور نہ ہی سبزہ اگاتے ہیں۔ تو یہ اس شخص کی مثال ہے جو دین میں سمجھ پیدا کرے اور نفع دے، اس کو وہ چیز جس کے ساتھ میں مبعوث کیا گیا ہوں۔ اس نے علم دین سیکھا اور سکھایا اور اس شخص کی مثال جس نے سر نہیں اٹھایا (یعنی توجہ نہیں کی) اور جو ہدایت دے کر میں بھیجا گیا ہوں اسے قبول نہیں کیا۔ (صحیح بخاری:۷۹)۔

ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے پہلی دونوں جماعتوں میں شامل ہوں اور تیسرے گروہ سے دور رہیں ہم اس گروہ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اور ہم جس مقصد میں لگے ہوئے ہیں وہ اسی وقت پورا ہوگا

جب کتاب وسنت کو سیکھیں گے۔

اسلئے ہمیں یہ جاننا ضروری ہوگا کہ ہماری زندگی کے اندر سب سے اہم مقصد یہ ہیکہ ہم دنیا وآخرت ہر جگہ اپنی عزت وسعادت کے مصدر کو سمجھیں، اور وہ قرآن کریم ہے جس میں باطل کا کوئی شائبہ نہیں ہے، اور جسکی تفصیل اور شرح سنت رسول ہے، انہیں دونوں نے تاریخ انسانیت کا دھارا بدل کر رکھ دیا ہے، اور ایسی امت پیدا کردی جو انسانیت کو راہ راست کی طرف بلانے والی بن گئی، بلکہ دنیا کی قیادت کرنے لگی اور یہ سب کچھ اور اسی قرآن کے ذریعے ملا ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں اس قرآن پاک کی تاثیر کیسی ہے:

ا-خود عربوں کے اوپر قرآن کی تاثیر:

آپ یہ سن کر حیران ہو جائیں گے کہ کس طرح اس قرآن نے عربوں کے عقائد، اخلاق اور دین وتقالید نیز عادات ورواج دن کو یکسر بدل کر رکھ دیا، اور انہیں علم وعقیدہ اور اخلاق سے مزین کر دیا کہ جس کی نظیر ہمیں تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔

قرآن خود اپنے آپ میں ایک معجزہ اور نشانی ہے جس نے نوع بنی انسان کو ایک نئی راہ پر لگا دیا ہے، یہ اپنے اسلوب وزبان میں اور اپنے معنی میں معجزہ ہے۔

اس قرآن نے عربوں کو زندگی کو جہالت سے علم میں، شرک کی گندگیوں سے توحید میں اور اختلاف وانتشار کو اجتماعیت میں بدل دیا، اسکے بعد یہ دنیا پر اس طرح شیروں کی طرح پلٹے ہیں کہ سامنے آنے والی قیصر وکسری جیسی بڑی بڑی سپر پاور طاقتوں کو تہس نہس کر دیا اور وہاں کے لوگوں کو شرک وظلم سے نکال کر توحید اور عدل وانصاف کی طرف لے آئے، اور اسی قرآن کی وجہ سے اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہونے لگے۔

یقیناً یہ قرآن کی تاثیر ہے اور اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قرآن کے ذریعے جہاد کرنے کا حکم ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا) ترجمہ: پس تو کافروں کا کہنا مت مان اور اس کے ساتھ ان سے جہاد کر، بہت بڑا جہاد۔ (الفرقان: ۵۲)۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی ورسن کی روشنی میں مومنوں کی تربیت کرتے تھے، اسی قرآن سے کتنی قوموں نے ہدایت حاصل کی ہے، اور آگے بڑھی ہیں!

مسلمانوں نے اسی قرآن کے ذریعے دنیا پر حکومت کی ہے انکے پاس قرآن وسنت کے سوا قوموں کو چرانے کیلئے کوئی دوسرا نسخہ نہیں تھا، یہی قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی۔

چنانچہ مسلمانوں کی مجدوشرافت اگر دوبارہ واپس ہوسکتی ہے اسی قرآن کے ذریعے سے، یہی لوگوں کے دلوں میں انقلاب برپا کرسکتا ہے۔

* کافروں کے دلوں پر قرآن کا اثر:

جہاں تک کافروں کے دلوں پر قرآن کے اثر کا تعلق ہے تو یہ اسکی بلاغت وفصاحت اور نظم واسلوب کی وجہ سے ہے، اسے آسانی کے ساتھ سمجھ میں آنا ہے کہ اس کا کوئی لفظ ایسا نہیں جسے ایک عام عربی نہ سمجھ لے، گرچہ لوگ فہم معانی میں مختلف ہوتے ہیں۔

اس کی تاثیر کیلئے ولید بن المغیرہ کا واقعہ کافی ہے جس نے قرآن کو سننے کے بعد ابوجہل سے کہا تھا کہ یہ برحق ہے، یک سب سے فوق تر ہے، اس پر کوئی بھی فائق نہیں ہے، اسکے آگے سب ہیچ ہے، جیسا کہ اس واقعے میں مذکور ہے:

جب یہ آیت " حٰمٓ (۱) تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ " نازل ہوئی اور سرکارِ دو عالَم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز کے دوران اس کی تلاوت فرمائی تو ولید نے اس آیت کو سنا اور

اپنی قوم کی مجلس میں آ کر اُس نے کہا کہ خدا کی قسم! میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ابھی ایک کلام سنا ہے، نہ وہ کلام آدمی کا ہے اور نہ جن کا، خدا کی قسم! اس کلام میں عجیب شیرینی، تازگی، فوائد اور دل کَشی ہے، وہ کلام سب پر غالب رہے گا۔ قریش کو اُس کی اِن باتوں سے بہت غم ہوا اور ان میں مشہور ہو گیا کہ ولید اپنے آبائی دین سے مُنْحَرِف ہو گیا ہے۔ ابو جہل نے ولید کو سمجھانے کا ذمہ لیا اور اس کے پاس آ کر بہت غمزدہ صورت بنا کر بیٹھ گیا۔

ولید نے کہا: تمہیں کیا غم ہے؟ ابو جہل نے کہا: غم کیسے نہ ہو، تو بوڑھا ہو گیا ہے اور قریش تیرے خرچ کیلئے روپیہ جمع کر دیں گے، اُنہیں خیال ہے کہ تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی تعریف اس لئے کی ہے کہ تجھے ان کے دستر خوان کا بچا ہوا کھانا مل جائے۔ اس پر اُسے بہت طیش آیا اور کہنے لگا کہ کیا قریش کو میرے مال و دولت کا حال معلوم نہیں ہے اور کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اَصحاب نے کبھی سیر ہو کر کھانا بھی کھایا ہے جو اُن کے دستر خوان پر کچھ بچے گا۔ پھر وہ ابو جہل کے ساتھ اُٹھا اور قوم میں آ کر کہنے لگا: تمہیں خیال ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجنون ہیں، کیا تم نے اُن میں کبھی دیوانگی کی کوئی بات دیکھی؟ سب نے کہا: ہرگز نہیں۔ ولید کہنے لگا: تم انہیں کاہن سمجھتے ہو، کیا تم نے انہیں کبھی کہانت کرتے دیکھا ہے؟ سب نے کہا: ہرگز نہیں۔ ولید بولا: تم انہیں شاعر گمان کرتے ہو، کیا تم نے کبھی انہیں شعر کہتے ہوئے پایا ہے؟ سب نے کہا: ہرگز نہیں: ولید کہنے لگا: تم انہیں کذّاب کہتے ہو، کیا تمہارے تجربہ میں ایسا ہے کہ کبھی اُنہوں نے جھوٹ بولا ہو؟ سب نے کہا: ہرگز نہیں اور قریش میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور دیانت ایسی مشہور تھی کہ قریش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امین کہا کرتے تھے۔

یہ سن کر قریش نے کہا: ولید! پھر بات کیا ہے؟ تو ولید سوچ کر بولا کہ بات یہ ہے کہ وہ جادوگر ہیں، تم نے دیکھا ہو گا کہ ان کی بدولت رشتہ دار رشتہ دار سے اور باپ بیٹے سے جدا ہو جاتے ہیں بس یہی جادوگر کا کام ہے اور جو قرآن وہ پڑھتے ہیں وہ دل میں اثر کر جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جادو ہے۔ اس سے

متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔

* اسی طرح قرآن کی اسی تاثیر کی وجہ سے کفارِ مکہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرآن کی تلاوت اور سے کرنے پر پابندی لگاتے تھے جیسا کہ اس واقعے سے پتہ چلتا ہے:

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ قَطُّ، إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ، وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَيِ النَّهَارِ، بُكْرَةً وَعَشِيَّةً، فَلَمَّا ابْتُلِيَ المُسْلِمُونَ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا نَحْوَ أَرْضِ الحَبَشَةِ، حَتَّى إِذَا بَلَغَ بَرْكَ الغِمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ وَهُوَ سَيِّدُ القَارَةِ، فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ يَا أَبَا بَكْرٍ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَخْرَجَنِي قَوْمِي، فَأُرِيدُ أَنْ أَسِيحَ فِي الأَرْضِ وَأَعْبُدَ رَبِّي، قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ: فَإِنَّ مِثْلَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ لاَ يَخْرُجُ وَلاَ يُخْرَجُ، إِنَّكَ تَكْسِبُ المَعْدُومَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الحَقِّ، فَأَنَا لَكَ جَارٌ ارْجِعْ وَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبَلَدِكَ، فَرَجَعَ وَارْتَحَلَ مَعَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ، فَطَافَ ابْنُ الدَّغِنَةِ عَشِيَّةً فِي أَشْرَافِ قُرَيْشٍ، فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لاَ يَخْرُجُ مِثْلُهُ وَلاَ يُخْرَجُ، أَتُخْرِجُونَ رَجُلًا يَكْسِبُ المَعْدُومَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ، وَيَحْمِلُ الكَلَّ وَيَقْرِي الضَّيْفَ، وَيُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الحَقِّ، فَلَمْ تُكَذِّبْ قُرَيْشٌ بِجِوَارِ ابْنِ الدَّغِنَةِ، وَقَالُوا: لِابْنِ الدَّغِنَةِ: مُرْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِي دَارِهِ، فَلْيُصَلِّ فِيهَا وَلْيَقْرَأْ مَا شَاءَ، وَلاَ يُؤْذِينَا بِذَلِكَ وَلاَ يَسْتَعْلِنْ بِهِ، فَإِنَّا نَخْشَى أَنْ يَفْتِنَ نِسَاءَنَا وَأَبْنَاءَنَا، فَقَالَ ذَلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لِأَبِي بَكْرٍ، فَلَبِثَ أَبُو بَكْرٍ بِذَلِكَ يَعْبُدُ رَبَّهُ فِي دَارِهِ، وَلاَ يَسْتَعْلِنُ بِصَلاَتِهِ وَلاَ يَقْرَأُ فِي غَيْرِ دَارِهِ، ثُمَّ بَدَا

لِأَبِي بَكْرٍ، فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ، وَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ، وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَيَنْقَذِفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ وَأَبْنَاؤُهُمْ، وَهُمْ يَعْجَبُونَ مِنْهُ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ، وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً، لاَ يَمْلِكُ عَيْنَيْهِ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ، وَأَفْزَعَ ذَلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَأَرْسَلُوا إِلَى ابْنِ الدَّغِنَةِ فَقَدِمَ عَلَيْهِمْ، فَقَالُوا: إِنَّا كُنَّا أَجَرْنَا أَبَا بَكْرٍ بِجِوَارِكَ، عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ، فَقَدْ جَاوَزَ ذَلِكَ، فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ، فَأَعْلَنَ بِالصَّلاَةِ وَالقِرَاءَةِ فِيهِ، وَإِنَّا قَدْ خَشِينَا أَنْ يَفْتِنَ نِسَاءَنَا وَأَبْنَاءَنَا، فَانْهَهُ، فَإِنْ أَحَبَّ أَنْ يَقْتَصِرَ عَلَى أَنْ يَعْبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَعَلَ، وَإِنْ أَبَى إِلَّا أَنْ يُعْلِنَ بِذَلِكَ، فَسَلْهُ أَنْ يَرُدَّ إِلَيْكَ ذِمَّتَكَ، فَإِنَّا قَدْ كَرِهْنَا أَنْ نُخْفِرَكَ، وَلَسْنَا مُقِرِّينَ لِأَبِي بَكْرٍ الِاسْتِعْلاَنَ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأَتَى ابْنُ الدَّغِنَةِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتَ الَّذِي عَاقَدْتُ لَكَ عَلَيْهِ، فَإِمَّا أَنْ تَقْتَصِرَ عَلَى ذَلِكَ، وَإِمَّا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيَّ ذِمَّتِي، فَإِنِّي لاَ أُحِبُّ أَنْ تَسْمَعَ العَرَبُ أَنِّي أُخْفِرْتُ فِي رَجُلٍ عَقَدْتُ لَهُ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: فَإِنِّي أَرُدُّ إِلَيْكَ جِوَارَكَ، وَأَرْضَى بِجِوَارِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ۔

ترجمہ: نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنے والدین کو دین حق کی پیروی کرتے ہوئے ہی دیکھا ہے۔اور ہم پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا کہ صبح وشام دونوں وقت رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس نہ آتے ہوں۔پھر جب مسلمانوں کو سخت اذیت دی جانے لگی تو حضرت ابوبکرؓ حبشہ کی طرف ہجرت کی نیت سے (مکہ سے) نکلے۔جب آپ برک الغماد کے مقام پر پہنچے تو انہیں ابن دغنہ ملا جو قبیلہ قارہ کا سردار تھا۔اس نے پوچھا: اے ابوبکر! کہاں جارہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ زمین کی سیر وسیاحت کروں اور اپنے رب کی یکسوئی سے عبادت کروں۔ابن دغنہ کہنے لگے:

تمہارے جیسا شخص نہ تو نکلنے پر مجبور ہوسکتا ہے اور نہ اسے کوئی نکال ہی سکتا ہے کیونکہ ضرورت مند محتاج لوگوں کے پاس جو چیز نہیں ہوتی تم انہیں مہیا کرتے ہو، رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہو، ناداروں کی کفالت اور مہمانوں کی ضیافت کرتے ہو اور راہ حق میں اا گر کسی کو مصیبت آئے تو تم اس کی مدد کرتے ہو، لہذا میں تمہیں پناہ دیتا ہوں تم (مکہ) لوٹ چلو اور اپنے شہر میں رہ کر اپنے رب کی عبادت کرو، چنانچہ حضرت ابوبکرؓ ابن دغنہ کے ساتھ مکہ واپس آگئے۔ اس کے بعد ابن دغنہ رات کے وقت قریش کے سرداروں سے ملا اور ان سے کہا: ابوبکرؓ جیسا شخص نہ تو نکلنے پر مجبور ہوسکتا ہے اور نہ اسے کوئی نکال ہی سکتا ہے، کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو لوگوں کو وہ چیزیں مہیا کرتے ہے جو ان کے پاس نہیں ہوتیں، وہ رشتہ داروں سے اچھا سلوک اور بے کسوں کی کفالت کرتا ہے، مہمان نوازی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے اور جب کبھی کسی کو راہ حق میں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی مدد کرتا ہے۔ الغرض قریش نے ابن دغنہ کی پناہ کو مسترد نہ کیا۔ لبتہ اس سے کہا کہ تم ابوبکرؓ سے کہہ دو کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں اور وہیں نماز یا جو چاہیں ادا کریں۔ علانیہ یہ کام کر کے ہمارے لیے اذیت کا باعث نہ بنیں کیونکہ یہ کام علانیہ کرنے سے ہمیں اپنی عورتوں اور بچوں کے بگڑنے کا اندیشہ ہے۔ ابن دغنہ نے حضرت ابوبکرؓ کو یہ پیغام پہنچا دیا تو انہوں نے اس شرط کے مطابق مکہ میں دوبارہ رہائش رکھ لی، چنانچہ وہ اپنے گھر میں اپنے پروردگار کی عبادت کرتے۔ نہ تو نماز علانیہ ادا کرتے اور نہ اپنے گھر کے علاوہ کسی دوسری جگہ تلاوت ہی کرتے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کے دل میں خیال میں آیا تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنائی، وہاں نماز ادا کرتے اور قرآن پاک کی تلاوت کرتے۔ پھر ایسا ہوا کہ مشرکین کی عورتیں اور بچے بکثرت ان کے پاس جمع ہو جاتے، سب کے سب تعجب کرتے اور آپ کی طرف متوجہ رہتے۔ چونکہ ابوبکرؓ بڑی گریہ وزاری کرنے والے شخص تھے، جب قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو انہیں اپنی آنکھوں پر قابو نہیں رہتا تھا۔ یہ حال دیکھ کر سردارانِ قریش گھبرا گئے۔ بالآخر انہوں نے ابن دغنہ کو بلا بھیجا۔ اس کے

آنے پر انہوں نے شکایت کی کہ ہم نے ابوبکرؓ کو تمہاری وجہ سے اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں مگر انہوں نے اس سے تجاوز کرتے ہوئے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنا لی ہے جس میں علانیہ نماز ادا کرتے اور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، ہمیں اندیشہ ہے کہ ہماری عورتیں اور بچے بگڑ جائیں گے، لہٰذا تم انہیں منع کرو اور اگر وہ اسے منظور کرلیں کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کریں تو امان برقرار ہے اگر نہ مانیں اور اس پر ضد کریں کہ علانیہ عبادت کریں گے تو تم اپنی پناہ ان سے واپس مانگ لو کیونکہ ہم لوگ تمہاری پناہ کو توڑنا پسند نہیں کرتے لیکن ہم ابوبکرؓ کی علانیہ عبادت کو کسی صورت بھی برقرار نہیں رکھ سکتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ابن دغنہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا: تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تم سے کس بات پر معاہدہ کیا تھا، لہٰذا تم اس پر قائم رہو یا پھر میری امان مجھے واپس کرو کیونکہ میں یہ نہیں چاہتا کہ عرب کے لوگ یہ خبر سنیں، جس کو میں نے امان دی تھی اسے پامال کردیا گیا ہے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: میں تیری امان واپس کرتا ہوں اور میں صرف اللہ عزوجل کی امان پر خوش ہوں۔ نبی ﷺ اس وقت مکہ ہی میں تھے۔ (صحیح بخاری: ۳۹۰۵)۔

اسی طرح کفار مکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حرم مکی کے اندر، موسم حج کے موقع پر اور اسی طرح عام جگہوں پر تلاوت کلام پاک سے روکتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالی نے کفار کے بارے میں فرمایا ہے: (وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ)

ترجمہ: اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، اس قرآن کو مت سنو اور اس میں شور کرو، تاکہ تم غالب رہو۔ (فصلت: ۲۶)۔

۲-قرآن کریم کی تاثیر خود مومنوں پر:

اور جہاں تک خود مومنوں پر قرآن کی تاثیر کا تعلق ہے تو ہجرت سے قبل جو بھی اسلام میں داخل ہوتا تھا اسے نازل شدہ قرآن کی تلقین کی جاتی تھی تا کہ اس کے ذریعے وہ اللہ کی عبادت کرے اور نماز ادا کرے، مکہ کے اندر کلمہ توحید کے بعد نماز کے علاوہ کوئی دوسرا اسلام کا فریضہ نہیں تھا، لوگ قرآن کی تلاوت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرتے تھے، اللہ نے رات کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تلاوت اور قیام کو فرض کیا تھا، ارشاد باری تعالی ہے: (يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ [1] قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا [2] نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا [3] أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا) ترجمہ: اے کپڑے میں لپٹنے والے! [1] رات کو قیام کر مگر تھوڑا۔ [2] آدھی رات (قیام کر)، یا اس سے تھوڑا سا کم کر لے۔ [3] یا اس سے زیادہ کر لے اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھ۔ (المزمل: ۴)۔

اور آگے اسی سورت کے آخر میں فرمایا: (إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَى مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِينَ مَعَكَ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصُوهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ) ترجمہ: بلاشبہ تیرا رب جانتا ہے کہ تو رات کے دو تہائی کے قریب اور اس کا نصف اور اس کا تیسرا حصہ قیام کرتا ہے اور ان لوگوں کی ایک جماعت بھی جو تیرے ساتھ ہیں اور اللہ رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے۔ اس نے جان لیا کہ تم ہرگز اس کی طاقت نہیں رکھو گے، سو اس نے تم پر مہربانی فرمائی تو قرآن میں سے جو میسر ہو پڑھو۔ (المزمل: ۲۰)۔

اللہ تعالی نے مزید انکے بارے میں فرمایا: (وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا) ترجمہ: اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے رات گزارتے ہیں۔ (الفرقان: ۶۴)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا

وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ[15] تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ[16] فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ) ترجمہ: ہماری آیات پر تو وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب انھیں ان کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ کرتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ [15] ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ [16] پس کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔ (السجدہ:١٦)۔

اسی طرح صحابہ کرام کے بارے میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب کوئی رات میں انکے گھروں سے گزرتا تو تلاوت قرآن کی وجہ سے شہد کہ مکھی کے بھنبھنانے کی طرح آواز سنائی دیتی تھی۔

بعض صحابہ نے خود اپنے اوپر اس طرح سختی کر لی تھی کہ پوری رات قیام کرتے تھے یہاں تک کہ ان کی بیویوں نے شکایت کی۔ اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پوری رات قیام کرنے سے منع کر دیا۔

چنانچہ یہی قران ہے کہ جس نے صحابہ کو یکسر بدل کر رکھ دیا تھا اور اسلام کے پہلے جو ان کے اخلاق وعادات تھے سب قرآنی سانچے میں ڈھل گئے۔

اس قرآن نے انسانی تاریخ کے اندر روحانی اور سماجی ہر سطح پر جو انقلاب پیدا کیا ہے اسکی نظیر ہمیں نہیں ملتی ہے۔

یہ صحابہ تھے جو رات میں قیام کرتے اور قرآن کی تلاوت کرتے تھے ارشاد باری تعالی ہے:(الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ) ترجمہ: وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، تو پاک ہے، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ (آل عمران: ۱۱۹)۔

اللہ کا سب سے عظیم ذکر قرآن کی تلاوت ہے جو اللہ کے اسماء وصفات اور اسکے احکام وفرامین پر مشتمل ہے، اسکے اندر اللہ کی حکمت اور اسکی کائنات کی ساری کاریگری کا بیان ہے۔

*قرآن کی روشنی میں سنت رسول کا مقام ومرتبہ:

سنت مطہرہ ہر اس قول وفعل اور تقریر کو کہتے ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صادر ہو، یہ بھی وحی الہی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى[3] إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى) ترجمہ: اور نہ وہ اپنی خواہش سے بولتا ہے۔ [3] وہ تو صرف وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے۔ (النجم: ۴)۔

یہ سنت قرآن کی شرح اور بیان ہے، اسی لئے قرآنی نصوص کی روشنی میں یہ بھی واجب الاتباع ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ) ترجمہ: اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔ (الحشر: ۷)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ) ترجمہ: سو لازم ہے کہ وہ لوگ ڈریں جو اس کا حکم ماننے سے پیچھے رہتے ہیں کہ انھیں کوئی فتنہ آپہنچے، یا انھیں دردناک عذاب آپہنچے۔ (النور: ۶۳)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا) ترجمہ: پس نہیں! تیرے رب کی قسم ہے! وہ مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ تجھے اس میں فیصلہ کرنے والا مان لیں جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے، پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں جو تو فیصلہ کرے اور تسلیم کرلیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔(النساء:٦٥)۔

اسی طرح اللہ تعالی نے بہت ساری آیتوں میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور تابعداری کرنے کا حکم دیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔(النساء:٥٩)۔

ایک دوسری جگہ یہ واضح کیا گیا کہ رسول کی اطاعت حقیقت میں اللہ کی اطاعت ہے ارشاد باری تعالی ہے:(مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا) ترجمہ: جو رسول کی فرماں برداری کرے تو بے شک اس نے اللہ کی فرماں برداری کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے تجھے ان پر کوئی نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔(النساء:٨٠)۔

اور اللہ نے یہ فیصلہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کھ سامنے مومنوں کو کوئی اختیار نہیں ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا) اور

کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے سو یقیناً وہ گمراہ ہوگیا، واضح گمراہ ہونا۔(الاحزاب:۳۶)۔

اور اسی طرح ایک جگہ خبر دی کہ حقیقی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سننے اور ماننے میں ہے ارشاد باری تعالی ہے:(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اور رسول کی دعوت خوشی سے قبول کرو، جب وہ تمھیں اس چیز کے لیے دعوت دے جو تمھیں زندگی بخشتی ہے اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان رکاوٹ بن جاتا ہے اور یہ کہ حقیقت یہ ہے کہ تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔(الانفال:۲۴)۔

انہیں قرآنی توجیہات کی روشنی میں مسلمانوں نے سنت کہ عظمت اور اسکے مقام کو سمجھا اور یہ ادراک کیا کہ دینی و دنیوی تمام امور میں اسکی پابندی واجب ہے خواہ وہ عقدی اور عبادتی امور ہوں یا سیاسی و معاشی، سماجی امور ہوں یا اخلاقی، اس میں سنت اور قرآن کے اندر کوئی فرق نہیں ہے دونوں پر عمل اور پابندی کرنا واجب ہے۔

چنانچہ جو شخص عقیدہ وعمل کے معاملے میں ان دونوں کے اندر فرق کرے وہ مومن ہی نہیں ہے کیوں کہ وہ سنت مطہرہ کے بغیر قرآن کو سمجھنے کا دعویدار ہے۔

آخر دونوں میں فرق کیوں کر ہوگا جبکہ اللہ تعالی فرماتا ہے:(بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ) ترجمہ: واضح دلائل اور کتابیں دے کر۔ اور ہم نے تیری طرف یہ نصیحت اتاری، تاکہ تو لوگوں کے لیے کھول کر بیان کر دے جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے اور تاکہ وہ غور وفکر کریں۔(النحل:۴۴)۔

آخر آپ کو پانچوں اوقات کی نمازوں کی رکعات کی تعداد، انکے اوقات، اشکال و ہیئات اور دیگر اذکار کا علم کہاں سے ہوگا اگر آپ سنت رسول سے ناواقف ہوں گے؟

زکاۃ کے شروط اور اسکے نصابوں کو آپ کیسے جانیں گے اگر آپ کے پاس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ نہیں ہوگی؟

شرابی، زانی اور چور کے حد اور اسکی تفصیلات کا پتہ آپ کو کیسے چلے گا اگر سنت مطہرہ کہ طرف رجوع نہ کیا جائے؟

اس طرح اور بہت سارے امور ہیں جن پر ایمان لانا قرآن میں بتلایا گیا ہے مگر اسکی تطبیق اور معرفت، پابندی اور اتباع سنت پر موقوف ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے: (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا) ترجمہ: پس نہیں! تیرے رب کی قسم ہے! وہ مومن نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ تجھے اس میں فیصلہ کرنے والا مان لیں جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے، پھر اپنے دلوں میں اس سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں جو تو فیصلہ کرے اور تسلیم کرلیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔ (النساء: ۶۵)۔

* امت کے دلوں میں سنت کا مقام و مرتبہ:

مذکورہ نصوص کی روشنی میں امت مسلمہ نے سنت مطہرہ کی عظمت اور اسکے مقام و مرتبے کا ادراک کیا چنانچہ اسے بھی اسی طرح محفوظ کیا جس طرح اس نے قرآن کو محفوظ کیا اور اسے بھی اسی طرح قلمبند کیا جس طرح قرآن کو قلمبند کیا، سنت پر بہت ساری قسموں میں کتابوں کی تالیف عمل میں آئی، جیسے جوامع، مسانید، معاجم، اجزاء، مصنفات، سنن اور صحاح وغیرہ۔

ساتھ ہی محدثین کرام نے حدیث کے راویوں اور اسانید پر بھی بے شمار کتابیں لکھیں، موضوع حدیثوں اور انکی علتوں پر کتابیں لکھی گئی تا کہ صحیح حدیثوں کو ضعیف اور موضوع سے الگ کیا جائے۔ اسکے لئے ہزاروں محدثین نے خود کو وقف کر دیا اور اس کے تئیں عالم اسلامی میں دور دور تک کا سفر کیا تا کہ حدیثوں اور اسکے اسانید و رجال کی تحقیق ہو سکے۔

انکی تصنیفات اس قدر زیادہ ہیں کہ دنیا کی اکثر بڑی لائبریریوں میں یہ خزانہ موجود ہے یورپ امریکہ اور ہندوستان ہر جگہ یہ کتابیں بھری پڑی ہیں جن کے وجود سے لوگ فخر کرتے ہیں۔

اور جہاں تک اس علم کی خاطر علمی اسفار کا تعلق ہے تو انکے بارے میں سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ ہاں بعض علمی اسفار کا ذکر ہمیں تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں ملتا ہے جس سے ایک اندازہ ضرور ہوتا ہے۔

ہم ذیل میں چار نمونے ذکر کر رہے ہیں جن سے یہ پتہ چلے گا کہ امت اسلامیہ اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں سے کتنی محبت کرتی ہے اور انکے دلوں میں انکا کتنا مقام و مرتبہ ہے:

۱-ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

ایک حدیث جو اُنہوں نے خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کے متعلق انہیں مزید توثیق کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جس وقت حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، اُس وقت دربارِ رسالت میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ لیکن وہ اس وقت مصر میں قیام پذیر تھے۔ آپ کو سن کر حیرت ہوگی کہ صرف ایک حدیث سننے کے لیے اور اس کی توثیق کے لیے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے مصر کا سفر اختیار کرتے ہیں اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر فرماتے ہیں: ((حَدَّثْنَا مَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَبْقَ أَحَدٌ سَمِعَهُ غَيْرِي وَغَيْرُكَ))

ترجمہ: ”مجھ سے وہ حدیث بیان کیجئے جسے آپ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کی عیب پوشی کے متعلق سنا ہے۔ اب اس حدیث کے سننے والوں میں سے میرے اور آپ کے سوا کوئی باقی نہیں رہا ہے۔“ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اُن کے سامنے وہ حدیث بیان کرتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ”مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا عَلَى خِزْيَةٍ سَتَرَهُ الله عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ ترجمہ: ”جس نے کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالا، اللہ اُس کے عیبوں پر قیامت کے دن پردہ ڈالے گا۔“ اس کے بعد سنیے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اس حدیث کے سننے کے بعد محبتِ حدیث اور اس بارے میں اپنے اخلاص کا کیا مظاہرہ کرتے ہیں۔ روایت میں ہے: ((فأتى أبو أيوب راحلته فركبها، وانصرف إلى المدينة، وما حل رحله)) ترجمہ: ”حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ حدیث سنتے ہی اپنی سواری کی طرف پلٹے، سوار ہوئے اور مدینہ کی طرف واپس لوٹ گئے۔ آپ نے مصر میں اپنی سواری کی کاٹھی بھی نہ اتاری۔“ (جامع بیان العلم ص ۱۹۴)۔

۲- سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا واقعہ:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ بَلَغَنِي حَدِيثٌ عَنْ رَجُلٍ سَمِعَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَرَيْتُ بَعِيرًا ثُمَّ شَدَدْتُ عَلَيْهِ رَحْلِي فَسِرْتُ إِلَيْهِ شَهْرًا حَتَّى قَدِمْتُ عَلَيْهِ الشَّامَ فَإِذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُنَيْسٍ فَقُلْتُ لِلْبَوَّابِ قُلْ لَهُ جَابِرٌ عَلَى الْبَابِ فَقَالَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ قُلْتُ نَعَمْ فَخَرَجَ يَطَأُ ثَوْبَهُ فَاعْتَنَقَنِي وَاعْتَنَقْتُهُ فَقُلْتُ حَدِيثًا بَلَغَنِي عَنْكَ أَنَّكَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقِصَاصِ فَخَشِيتُ أَنْ تَمُوتَ أَوْ أَمُوتَ قَبْلَ أَنْ أَسْمَعَهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَوْ

قَالَ الْعِبَادُ عُرَاةً غُرْلًا بُهْمًا قَالَ قُلْنَا وَمَا بُهْمًا قَالَ لَيْسَ مَعَهُمْ شَيْءٌ ثُمَّ يُنَادِيهِمْ بِصَوْتٍ يَسْمَعُهُ مِنْ قُرْبٍ أَنَا الْمَلِكُ أَنَا الدَّيَّانُ وَلَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ أَهْلِ النَّارِ أَنْ يَدْخُلَ النَّارَ وَلَهُ عِنْدَ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَقٌّ حَتَّى أَقُصَّهُ مِنْهُ وَلَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَلِأَحَدٍ مِنْ أَهْلِ النَّارِ عِنْدَهُ حَقٌّ حَتَّى أَقُصَّهُ مِنْهُ حَتَّى اللَّطْمَةُ قَالَ قُلْنَا كَيْفَ وَإِنَّا إِنَّمَا نَأْتِي اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ عُرَاةً غُرْلًا بُهْمًا قَالَ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ

ترجمہ: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے ایک حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے معلوم ہوئی جو ایک صاحب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی تھی میں نے ایک اونٹ خریدا اس پر کجاوہ کسا اور ایک مہینے کا سفر کاٹے کر کے پہنچا وہاں مطلوبہ صحابی حضرت عبداللہ بن انیس سے ملاقات ہوئی میں نے چوکیدار سے کہا ان سے جا کر کہو دروازے پر جابر رضی اللہ عنہ ہے انہوں نے پوچھا عبداللہ کے بیٹے ہیں میں نے اثبات میں سر ہلا دیا تو وہ اپنے کپڑے گھسیٹتے ہوئے نکلے اور مجھ سے چمٹ گئے میں نے بھی ان سے معانقہ کیا اور ان سے کہا کہ قصاص کے متعلق مجھے ایک حدیث کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی ہے مجھے اندیشہ ہوا کہ اسے سننے سے پہلے آپ یا مجھ میں سے کوئی دنیا سے رخصت نہ ہو جائے۔

انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا قیامت کے دن لوگ برہنہ ،غیر مختون اور بہم اٹھائے جائیں گے ہم نے ان سہم کا معنی پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ جس کے پاس کچھ نہ ہو پھر انہیں اپنے انتہائی قریب سے ایک منادی کی آواز سنائی دے گی کہ میں ہی حقیقی بادشاہ ہوں میں بدلہ لینے والا ہوں اہل جہنم میں سے اگر کسی کو کسی جنتی پر کوئی حق ہو تو اس کا بدلہ لینے سے پہلے وہ جہنم میں داخل نہ ہو گا حتی کہ ایک طمانچے کا بدلہ بھی لوں گا ہم نے پوچھا کہ جب ہم اللہ کے سامنے غیر مختون اور خالی ہاتھ

حاضر ہوں گے تو کیسا لگے لگا انہوں نے جواب دیا کہ وہاں نیکیوں اور گناہوں کا حساب ہوگا۔

مسند احمد: ۳ / ۴۹۵)۔

۳- شعبی رحمہ اللہ کا واقعہ:

عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: رَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ، سَأَلَ الشَّعْبِيَّ، فَقَالَ: يَا أَبَا عَمْرٍو، إِنَّ مَنْ قِبَلَنَا مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ، يَقُولُونَ فِي الرَّجُلِ إِذَا أَعْتَقَ أَمَتَهُ، ثُمَّ تَزَوَّجَهَا فَهُوَ كَالرَّاكِبِ بَدَنَتَهُ، فَقَالَ الشَّعْبِيُّ: حَدَّثَنِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " ثَلَاثَةٌ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ، رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ، وَأَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآمَنَ بِهِ، وَاتَّبَعَهُ، وَصَدَّقَهُ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَعَبْدٌ مَمْلُوكٌ أَدَّى حَقَّ اللَّهِ تَعَالَى، وَحَقَّ سَيِّدِهِ فَلَهُ أَجْرَانِ، وَرَجُلٌ كَانَتْ لَهُ أَمَةٌ فَغَذَّاهَا فَأَحْسَنَ غِذَاءَهَا، ثُمَّ أَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ أَدَبَهَا، ثُمَّ أَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا، فَلَهُ أَجْرَانِ "، ثُمَّ قَالَ الشَّعْبِيُّ لِلْخُرَاسَانِيِّ: خُذْ هَذَا الْحَدِيثَ بِغَيْرِ شَيْءٍ، فَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَرْحَلُ فِيمَا دُونَ هَذَا إِلَى الْمَدِينَةِ.

ترجمہ: ایک شخص نے جو خراسان کا رہنے والا تھا شعبی رحمہ اللہ سے پوچھا: ہمارے ملک کے لوگ کہتے ہیں جو شخص اپنی لونڈی کو آزاد کرے پھر اس سے نکاح کرے تو اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کوئی ہدی کے جانور پر سواری کرے۔ شعبی رحمہ اللہ نے کہا: مجھ سے بیان کیا ابو بردہ بن ابی موسیٰ نے، انہوں نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے اپنے باپ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تین آدمیوں کو دوہرا ثواب ملے گا۔ ایک تو اس شخص کو جو اہل کتاب میں سے ہو (یعنی یہودی یا نصرانی) ایمان لایا ہو اپنے پیغمبر پر، پھر میرا زمانہ پائے اور مجھ پر بھی ایمان لائے اور میری پیروی کرے اور مجھ کو

سچا جانے تو اس کو دوہرا ثواب ہے اور ایک اس غلام کو جو اللہ کا حق ادا کرے اور اپنے مالک کا بھی اس کو دوہرا ثواب ہے اور ایک اس شخص کو جس کے پاس لونڈی ہو پھر اچھی طرح اس کو کھلائے اور پلائے بعد اس کے کہ اچھی طرح تعلیم اور تربیت کرے پھر اس کو آزاد کرے اور اس سے نکاح کر لے تو اس کو بھی دوہرا ثواب ہے۔" پھر شعبی رحمہ اللہ نے خراسانی سے کہا: تو یہ حدیث لے لے بے محنت کے، نہیں تو ایک شخص اس سے چھوٹی حدیث کے لئے مدینے تک سفر کیا کرتا تھا۔ (صحیح مسلم: ۱۵۴)۔

۴-شعبہ رحمہ اللہ کا واقعہ:

امام شعبہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابواسحق نے عبداللہ بن عطاء کے واسطے عقبہ بن عامر کی ایک روایت بیان کی تو میں ابواسحق سے پوچھا کہ یہ عبداللہ بن عطاء کون ہیں؟

راوی نے کہا کہ یہ سن کر وہ غصبناک ہو گئے اور وہاں پر مسعر بن کدام بھی موجود تھے۔

کہتے کہ میں نے کہا کہ اس حدیث کی تصحیح کریں نہیں تو میں نے آپ سے جو بھی لکھا ہے اسے جلا دوں گا۔

مجھ سے مسعر نے کہا: عبداللہ بن عطاء اس وقت مکہ میں رہتے تھے۔

شعبہ کہتے ہیں: اسکے لئے میں نے مکہ کا سفر کیا میرا مقصد حج نہیں بلکہ اسی حدیث کی تحقیق کرنا تھی، وہاں پر میں نے عبداللہ بن عطاء سے ملاقات کی اور اس حدیث کے بارے میں سوال کیا۔

تو انہوں نے کہا کہ اس حدیث کو مجھ سے سعد بن ابراہیم نے بیان کیا ہے۔

مالک بن انس نے مجھ سے بتایا کہ سعد بن ابراہیم اس وقت مدینہ میں ہیں وہ اس سال حج کیلئے نہیں آئے ہیں۔

شعبہ کہتے ہیں کہ وہاں سے میں نے مدینہ کا سفر کیا اور سعد بن ابراہیم سے ملاقات کر کے اس

حدیث کے تعلق سے سوال کیا۔

توانہوں نے کہا کہ اس حدیث کو مجھ سے زیاد بن مخراق نے بیان کیا ہے۔

شعبہ کہتے ہیں کہ جب انہوں نے زیاد کا ذکر کیا تو میں نے پوچھا کہ کیا اسی حدیث کو روایت کیا ہے؟ وہ تو کوفی ہیں، کب وہ مدنی ہو گئے اور پھر بصری ہو گئے؟

کہتے ہیں کہ اسکے لئے میں نے بصرہ کا سفر کیا اور وہاں پر زیاد بن مخراق سے ملاقات کر کے اس حدیث کے بارے میں سوال کیا۔

میں نے کہا کہ وہ حدیث بیان کیجئے۔

چنانچہ انہوں نے کہا کہ مجھ سے شہر بن حوشب نے بیان کیا ابو ریحانہ کے واسطے کہ صحابی رسول عقبہ بن عامر نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

شعبہ کہتے ہیں کہ جب انہوں نے شہر بن حوشب کا نام لیا تو میں نے کہا کہ اس حدیث کو تو انہوں نے برباد ہی کر دیا، کاش یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوتی تو میرے لئے یہ میرے اہل وعیال، مال و دولت بلکہ تمام لوگوں سے بہتر ہوتا۔ (الرحلة فی طلب الحدیث للخطیب البغدادی: ص ۱۵۱)۔

محض ایک حدیث کی تحقیق کی خاطر اس قدر پر مشقت طویل سفر آخر کس بات پر دلالت کرتا ہے؟!

کیا اس سے یہ نہیں پتہ چلتا ہے کہ سلف امت حدیث رسول اور سنتوں سے بے انتہا محنت کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سچا ایمان رکھتے تھے اور خالص محبت کرتے تھے، اور یہ کہ وہ اشیاء کی حقیقی قیمت کو سمجھتے تھے، بلکہ انکے نزدیک صرف ایک حدیث دنیا و مافیہا سے بہتر تھی۔ اور انکے اسی خالص محبت اور سچے ایمان کی وجہ سے اللہ نے انہیں بلند مقام اور عزت و شرف سے نوازا۔

ارشاد باری تعالی ہے: (اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ

بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ) ترجمہ: جان لوکہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل ہے اور دل لگی ہے اور بناؤ سنگار ہے اور تمھارا آپس میں ایک دوسرے پر بڑائی جتانا ہے اور اموال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، اس بارش کی طرح جس سے اگنے والی کھیتی نے کاشت کاروں کو خوش کر دیا، پھر وہ پک جاتی ہے، پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ زرد ہے، پھر وہ چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہے اور اللہ کی طرف سے بڑی بخشش اور خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔ (الحدید: ۲۰)۔

اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی سنیں:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ, قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ, فَإِذَا هُوَ بِشَاةٍ مَيِّتَةٍ شَائِلَةٍ بِرِجْلِهَا, فَقَالَ:" أَتُرَوْنَ هَذِهِ هَيِّنَةً عَلَى صَاحِبِهَا, فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ, لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ عَلَى صَاحِبِهَا, وَلَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَزِنُ عِنْدَ اللَّهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ, مَا سَقَى كَافِرًا مِنْهَا قَطْرَةً أَبَدًا".

ترجمہ: سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذوالحلیفہ میں تھے کہ وہاں ایک مردہ بکری اپنے پاؤں اٹھائے ہوئے پڑی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دیکھو کیا تم یہ جانتے ہو کہ یہ بکری اپنے مالک کے نزدیک ذلیل و بے وقعت ہے؟ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جتنی یہ بکری اپنے مالک کے نزدیک بے قیمت ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ بے وقعت ہے، اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ اس سے کافر کو ایک قطرہ بھی نہ چکھاتا"۔ (ابن ماجہ: ۴۱۱۰)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَمَوْضِعُ سَوْطِ أَحَدِكُمْ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا، وَلَرَوْحَةٌ يَرُوحُهَا الْعَبْدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ لَغَدْوَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا ". هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ.

ترجمہ: سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی راہ میں سرحد کی ایک دن کی پاسبانی کرنا دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے بہتر ہے، تم میں سے کسی کے کوڑے کے برابر جنت کی جگہ دنیا اور دنیا کی ساری چیزوں سے بہتر ہے اور بندے کا اللہ کی راہ میں صبح یا شام کے وقت چلنا دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے بہتر ہے"۔ (سنن ترمذی: ۱۶۶۴)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " لَغَدْوَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا ".

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے راستے میں گزرنے والی ایک صبح یا ایک شام دنیا سے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے۔" (صحیح بخاری: ۲۷۹۲)۔

یہی وجہ ہے کہ انکی نگاہوں میں دنیا ایک حقیر شیء سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تھی اسکے مقابلے انکی نگاہوں اور دلوں میں اسلام قرآن رسول اور سنت رسول کا مقام اور عظمت گھر کرگئی تھی۔

جبکہ ہماری نگاہوں میں دنیا اور اسکی لذتیں بڑھ گئی ہیں اور ہم اسی کے حصول میں ایک دوسرے سے مسابقہ کررہے ہیں۔

اسی لیئے ہم بھی اللہ کی نگاہ میں حقیر بن چکے ہیں، ہمارے اوپر دشمن مسلط ہو گئے ہیں، ذلت و رسوائی نے ہمیں گھیر رکھا ہے جو کہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کیئے بغیر ہمیں کھویا ہوا شرف وعزت کبھی نہیں مل سکتی۔

جیسا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے جیسا کہ اس حدیث کے اندروارد ہوا ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:" إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِينَةِ، وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ، وَرَضِيتُمْ بِالزَّرْعِ، وَتَرَكْتُمُ الْجِهَادَ، سَلَّطَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُهُ حَتَّى تَرْجِعُوا إِلَى دِينِكُمْ "، قَالَ أَبُو دَاوُد: الْإِخْبَارُ لِجَعْفَرٍ، وَهَذَا لَفْظُهُ.

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جب تم بیع عینہ[1] کرنے لگو گے گایوں بیلوں کے دم تھام لو گے، کھیتی باڑی میں مست و مگن رہنے لگو گے، اور جہاد کو چھوڑ دو گے، تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت مسلط کر دے گا، جس سے تم اس وقت تک نجات و چھٹکارا نہ پا سکو گے جب تک اپنے دین کی طرف لوٹ نہ آؤ گے“۔ ابوداؤد کہتے ہیں: روایت جعفر کی ہے اور یہ انہیں کے الفاظ ہیں۔ (سنن ابی داود: ۳۴۶۲)۔

اور یہاں دین سے مراد قرآن وسنت ہے۔

دین کی طرف واپسی کیلئے درج ذیل چند اقدامات کی ضرورت ہے:

۱- مناہج کی اصلاح۔

۲- معلم کا چننا۔

۳- ذہین طلبہ کا چننا۔

۴- طلبہ کی صالح تربیت کیلئے بہتر ماحول کا اختیار کرنا۔

پہلا اقدام: مناہج کی اصلاح:

میں یہاں پر تعلیمی مراحل کے تفصیلی مناہج پر گفتگو نہیں کروں گا یہ کام تعلیمی امور کے ذمیداران کا ہے۔

الحمدللہ وہ اس میدان میں کام کر رہے ہیں اور اپنی ذمیداری کو بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔

یقینا ان لوگوں نے قرآن کے سبجیکٹ کو تعلیم کے تمام مراحل میں رکھا ہے تا کہ بچوں کی اسلامی تربیت ہر مرحلے میں انجام پائے۔

لیکن تجربات سے یہی ثابت ہوا کہ قرآن کو صرف نصاب میں شامل کر دینے سے اسکا کما حقہ کوئی خاص فائدہ نہیں ہے، اسی لئے اس پر نظر ثانی کی ضرورت ہے، اور اس تعلق سے سنجیدگی کے ساتھ کام کرنے کی بھی ضرورت ہے تا کہ ایک طالب علم اس طرح نکلے کہ وہ قرآن کو سمجھ سکے اور اس پر عمل کرے بلکہ اپنی زندگی کے تمام مراحل میں اسے نافذ کرے۔

اس کی بڑی وجہ نصاب کی طوالت ہے جس کا استیعاب کرنا طلبہ کیلئے مشکل ہو جاتا ہے، میں اسکے لئے صرف ابتدائی مراحل کے دو سالوں کے نصاب کی مثال کروں گا:

پہلا- ابتدائی سال اول:

۱- ریاضیات (۱۸۱) صفحہ۔

۲- سائنس (۱۰۴) صفحہ۔

۳- اشعار (۸۴) صفحہ۔

۴- مطالعہ (۱۴۰) صفحہ۔

۵- قرآن اور مذکورہ مواد کو ملا کر کل (۵۰۹) صفحات ہوتے ہیں۔

دوسرا: ابتدائی سال پنجم:

۱-ریاضیات (۲۱۱) صفحہ۔

۲-مطالعہ (۱٦۷) صفحہ۔

۳-تربیہ (۱٦۵) صفحہ۔

۴-جغرافیہ (٦۷) صفحہ۔

۵-سائنس (۱۴۵) صفحہ۔

٦-حدیث فقہ توحید وتجوید کل (۱۸٦) صفحہ۔

۷-عربی قواعد (۱۵۸) صفحہ۔

۸-تاریخ (۱۸۰) صفحہ۔

کل ۱۱۷۹ صفحات، قرآن اور خوشخطی الگ سے۔

سوال یہ ہیکہ اس قدر طویل نصاب کو یہ چھوٹے بچے کیسے پڑھ اور سمجھ سکتے ہیں کہ جن کے پڑھنے اور سمجھنے سے اساتذہ بھی عاجز آجائیں۔

بطور خاص قرآن کے تعلق سے بچے بالکل لاپرواہ ہوتے ہیں، تمام مراحل طے کرنے کے بعد اسے اچھی سمجھنا دور ٹھیک سے پڑھ بھی نہیں پاتے ہیں۔

پھر سوال یہ ہیکہ اسکا صحیح حل کیا ہے؟

میری نظر میں اسکا مناسب اور صحیح حل درج ذیل ہے:

پہلا: تحفیظ قرآن کے مدارس کی کثرت ہو، جہاں پر تحفیظ قرآن کے ساتھ ساتھ تجوید، املاء خوشخطی سکھایا جاتا ہو چوتھے سال تک۔ پھر ریاضی اور عقیدہ پڑھایا جائے اگلے دو سال تک۔

اس دوران اس بات کا دھیان رہے کہ نصف قرآن حفظ کرادیا جائے۔

اور ہر سال امتحان ہو کرم نگرانی میں بایں طور کہ طلبہ بغیر امتحان پاس کئے اگلے مرحلے میں نہ جانے

دیا جائے۔

تحفیظ کے یہ مدارس تحفیظ قرآن کے ساتھ متوسطہ کے مرحلے تک کچھ علوم بھی سکھائیں۔اور یہ مرحلہ چار یاپانچ سالوں پر مشتمل ہو۔

اوراس مرحلے میں یہ دھیان رہے کہ حفظ قرآن کا نصف آخر مکمل کرادیا جائے۔

اس مرحلے میں طرح قرآن کے ساتھ تجوید توحید، فقہ اورحدیث کے علوم بھی پڑھائیں۔اور ہر سال کم ازکم چالیس حدیثیں بھی یاد کرائیں۔

پھر پہلے سال جغرافیہ اور باقی سالوں میں تاریخ پڑھائیں۔

اوراس مرحلے کے آخری سال میں کڑاامتحان لیکر بچوں کو جامعات میں بھیج دیا جائے جہاں وہ قرآن،حدیث اورشریعہ میں داخلہ لیں۔

دوسرا: جومدارس قائم ہیں ان کے اندر تحفیظ قرآن کے ساتھ دوسرے علوم بھی بساط بھر پڑھائے جائیں۔جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔

* مرحلہ ثانویہ: یہ چار سالوں پر مشتمل ہو، اورانکے استعداد و استطاعت کے مطابق کتابیں مرتب کی جائیں جن میں طب، ہندسہ کے ساتھ قرآن وعلوم القرآن، حدیث وعلوم الحدیث،شریعہ اورمعاشیات کے بھی شعبے ہوں۔

ساتھ میں یہ بھی دھیان رہے کہ عقیدہ اورفقہ کے ساتھ ہرسال حفظ قرآن بھی مکمل کیا جائے۔پھر ہر شعبے سے طلبہ اپنے پسند کے اعتبار سے جامعات میں داخلہ لیں۔

* جامعی مرحلہ:

ضروری ہیکہ مملکت سعودی عرب کی تمام یونیورسٹیوں میں درج ذیل شعبے ہوں:

۱-قرآن کا شعبہ۔

۲- حدیث کا شعبہ۔

۳-شریعہ کا شعبہ۔

ساتھ میں یہ بھی دھیان رہے کہ ہر سال حفظ قرآن اور حفظ حدیث بھی مکمل کیا جائے۔

ساتھ ہی ہر شعبے میں مستسرقین اور دیگر اعدائے اسلام پر رد کرنے کا بھی ایک سبجیکٹ ہو، تا کہ ان شبہات کا جواب ہر طالب علم کے پاس ہو۔

اور ہر شعبے میں طلبہ کو یہ سمجھایا جائے کہ سب دینی بھائی ہیں، معاشرے کیلئے دیوار میں اینٹ کے مانند ہیں۔ اسلئے ہر طرح کے اختلافات اور نقد وحسد کو ختم کر کے آپس میں مل کر ملک وملت کی ترقی کا سبب بنیں۔

اور اپنی ساری طاقت ان اعدائے اسلام کے خلاف لگائیں جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہمہ وقت سازش کر رہے ہیں اور اس وقت مسلمانوں پر اسی طرح ٹوٹ پڑ رہے ہیں جیسے بھوکے دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

اعدائے اسلام کو اچھی طرح معلوم ہے کہ مسلمانوں کی زندگی میں قرآن وسنت کی کیا تاثیر ہے، اسی لئے وہ بڑی مکاری اور خباثت کے ساتھ یہ کوشش کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو اللہ کی کتاب اور سنت رسول سے کاٹ دیں کیونکہ یہی دونوں چیزیں مسلمانوں کے اندر ایمانی اور روحانی جذبہ پیدا کرتی ہیں اور انہیں پر بھروسہ کر کے ایک مومن کفار کے خلاف شرعی جہاد کرتا ہے تا کہ اللہ کی نصرت اور تائید کے ساتھ کفار پر فتح حاصل ہو۔

آپ دیکھیں گے کہ علمی مقالوں اور حریت فکر کو بنیاد بنا کر اعدائے اسلام قرآن کو نشانہ بناتے ہیں خواہ

وہ یہود ونصاری ہوں، صلیبی وصہیونی ہوں یا ملاحدہ اور لبرل ہوں۔

تہذیب وکلچر اور تمدن کے نام پر ہر طرح کے دینی چھاپ کو یہ ختم کرنے کی کوشش میں ہیں۔

اور حریت فکر کی آڑ میں یہ عقیدہ اور دین کے ارکان کو متزلزل کرنے کے فراق میں ہیں۔

اسی طرح علمی مقالوں کی آڑ میں قرآن کی قدسیت اور اسکی پاکیزگی کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔

اور یہی مسلمانوں کے خلاف سب سے سخت اور سنگین خطرہ ہے بلکہ میدان جنگ میں تصادم سے بھی زیادہ سنگین ہے۔

ان خبیث چالوں اور سازشوں سے ہم اسی وقت بچ سکتے ہیں جب اپنے بچوں کو کتاب وسنت اور عقیدہ ومنہج کی تعلیم ٹھوس بنیادوں پر دیں اور اعدائے اسلام کے شبہات واعتراضات کا رد بھی بتائیں۔

دوسرا: معلم کا چننا:

طلبہ پر ایک معلم کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے، کیونکہ وہ اس کا اسوہ اور نمونہ ہوتا ہے اسلئے ضروری ہے کہ ہم ایسے اساتذہ اور معلمین کا اختیار کریں جو ربانی اور تقوی شعار ہوں۔

ارشاد باری تعالی ہے: (مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ) ترجمہ: کسی بشر کا کبھی حق نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکم اور نبوت دے، پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ اور لیکن رب والے بنو، اس لیے کہ تم کتاب سکھایا کرتے تھے اور اس لیے کہ تم پڑھا کرتے تھے۔ (آل عمران: ۷۹)۔

اور علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں، انکے علم واخلاق میں اور اسی طرح دین دین میں بھی۔ اسلئے ضروری ہے کہ ایک معلم اور استاذ ان امور کا خاطر خواہ حصے متصف ہو۔

چنانچہ علم کے ساتھ عملی میدان میں بھی صبر واخلاق، حلم و بردباری اور سچائی کا پیکر ہو، ساتھ ہی طلبہ کو بھی انہیں اخلاق عالیہ کی تربیت کرنے کا حریص ہو۔

یہ بالکل مناسب نہیں ہے کہ صرف ڈگریاں دیکھ کر اساتذہ کی تقرری کرلی جائے بلکہ ساتھ میں یہ بھی ضروری ہیکہ اسکے عقیدہ ومنہج اور اخلاق و دین کا بھی امتحان لیا جائے۔

کیونکہ ایسا استاذ اور معلم جسکی فکر میں انحراف اور عقیدہ ومنہج میں بگاڑ ہوگا اسی طرح سلوک واخلاق میں کمزوری اور عبادات میں کاہلی ہوگی وہ ہمارے بچوں کیلئے زہر ہلال اور سم قاتل ثابت ہوں گے۔

جس طرح ایک طبیب اگر مریض کو زہر کی سوئی لگادے یا فاسد دوا پلادے تو وہ اسے موت کے گھاٹ تک پہونچا سکتا ہے اسی طرح ایک بداخلاق اور منحرف معلم بھی طلبہ کیلئے روحانی موت سے کم نہیں ہیں، چنانچہ جس طرح ایک مخلص امانت دار طبیب کی ضرورت ہے اسی طرح ایک مخلص امانت دار معلم کی بھی ضرورت ہے۔

تیسرا: ذہین طلبہ کا چننا:

ہمارے یہی طلبہ مستقبل کے معمار قوم بنیں گے کوئی استاذ و معلم تو کوئی مخلص طبیب تو کوئی مخلص فوجی تو کوئی مخلص قاضی تو کوئی مخلص انجینئر۔

ہمیں سارے میدان میں اچھے اور مخلص طلبہ کی ضرورت ہے اسلئے بچوں کی صلاحیت، معیار اور استعداد اور رجحان دیکھ کر انکا شعبہ اختیار کرنا چاہئے۔

آج کل ایک رجحان یہ بن گیا ہے کہ جو طلبہ ثانویہ کے مراحل میں ذہین ہوتے ہیں وہ اسلامی علوم سے بیزاری دکھاتے ہیں اسکے کیا اسباب ہیں اللہ ہی کو بہتر معلوم ہے۔ ایسے شرعی شعبوں میں بہت کم ذہین بچے دکھائی دیتے ہیں۔

جبکہ قرون اولی میں جو بچے ذہین ہوتے تھے وہ دینی علوم وفنون میں آگے آگے رہتے تھے اور انہوں نے انہیں دینی علوم وفنون کے ساتھ امت مسلمہ کو اس مقام ومرتبہ تک پہونچا دیا جہاں تک کوئی امت نہیں پہونچ سکتی تھی۔

آج بھی ہمیں ایسے ہی افکار کے حامل ذہین طلبہ کی ضرورت ہے تاکہ وہ امت کے مجد وشرف کو دوبارہ بحال کرسکیں۔

چوتھا: طلبہ کی صالح تربیت کیلئے بہتر ماحول کا اختیار کرنا:

طلبہ کو یہ سمجھنا ضروری ہے کہ مدارس اسلامیہ دین کے وہ مضبوط قلعے ہیں جہاں سے وہ تعلیم لیکر اپنے دین وعقیدے اور منہج کی خدمت کرتے ہیں اور انکی حفاظت و دفاع کرتے ہیں۔

ساتھ ہی یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ ہمارا دین اخلاق عالیہ اور بلند اقدار کا حامل ہے اور ہمارے رسول خاتم الانبیاء اور سید البشر ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: (مجھے مبعوث کیا گیا تاکہ میں مکارم اخلاق کو پورا کروں)۔

اللہ تعالی نے آپ کے حق میں فرمایا: (وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ) ترجمہ: اور بلاشبہ یقینا تو ایک بڑے خلق پر ہے۔(القلم: ۴)۔

اسی طرح ضروری ہیکہ مدارس زمیداران اور اساتذہ بھی دین واخلاق کے بلند مقام پر فائز ہوں۔

اسی طرح یہ بھی ضروری ہیکہ طلبہ کے دلوں میں نماز کی محبت قائم کی جائے تاکہ وہ یہ احساس کریں کہ نماز دین کا ایک اہم رکن ہے جسکے بغیر دین کا قیام ممکن نہیں، اور اسے مسجد میں ادا کرنا واجب ہے، اسی لئے اگر مدارس کے پڑوس میں مسجد ہو تو اچھی بات ہے ورنہ مدرسے کے اندر ایک مسجد کی تعمیر ضروری ہے۔

بڑے افسوس کے کہنا پڑتا ہے کہ بعض مدارس میں نماز کا قیام نہیں کیا جاتا ہے ایسا دراصل

ذمیداران کی طرف سے بدنظمی اور لاپرواہی کا نتیجہ ہے، اور کافی حد تک اساتذہ بھی اسکے ذمہ دار ہیں جنہیں اپنی ذمیداری کا کماحقہ احساس نہیں ہے، اور نہ ہی ان لوگوں کو یہ شعور ہے کہ کس قدر عظیم جرم کا یہ ارتکاب کر رہے ہیں۔

کیونکہ ترک نماز کفر ہے، جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قال: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الْعَهْدَ الَّذِي بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمُ الصَّلَاةُ، فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ".

ترجمہ: سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہمارے اور منافقوں کے درمیان جو (فرق کرنے والا) عہد ہے، وہ نماز ہے، تو جو اسے چھوڑ دے گا، کافر ہو جائے گا"۔ (سنن نسائی: ۴۶۴)۔

(جمہور کے نزدیک یہ حکم ایسے شخص کے لیے ہے جو نماز کے ترک کو حلال سمجھے، اور جو شخص محض سستی کی وجہ سے اسے چھوڑ دے تو وہ کافر نہیں ہوتا، لیکن صحابہ کرام سے لے کر آج تک کے بہت سے محققین کے نزدیک نماز کی فرضیت کے عدم انکار کے باوجود عملاً چھوڑ دینے والا بھی کافر ہے، دیکھئیے اس موضوع پر عظیم کتاب "تعظیم قدر الصلاۃ" مؤلفہ امام محمد بن نصر مروزی (تحقیق دکتور عبدالرحمن الفریوائی)، اور "تارک صلاۃ کا حکم" تصنیف شیخ ابن عثیمین۔ مترجم)۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ صحابہ سوائے ترک نماز کے اور کسی چیز کو کفر نہیں سمجھتے تھے، اور اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ جس نے نماز کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے، اس کفر پر اسے قتل کیا جائے گا، لیکن اگر کوئی سستی اور کاہلی کی وجہ ترک کرتا ہے تو بعض لوگ اسے بھی کافر مانتے ہیں، یہ رائے بھی قوی ہے اسکے پاس دلائل ہیں، اور بعض لوگوں کی رائے ہیکہ اس پر ارتداد کی حد نافذ کی جائے گی، اور کچھ قید کرنے کی بات کرتے ہیں جبکہ یہ رائے کمزور ہے۔

اس لیے یقینی طور پر ہم واجب ہو جاتا ہے کہ طلبہ کو ہم یہ احساس دلائیں تا کہ نماز کا احترام اور مقام انکے دلوں میں جم جائے اور جو اس کے باوجود سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کریں ان پر سختی کی جائے جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ، وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تمہاری اولاد سات سال کی ہو جائے تو تم ان کو نماز پڑھنے کا حکم دو، اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں اس پر (یعنی نماز نہ پڑھنے پر) مارو، اور ان کے سونے کے بستر الگ کر دو“۔ (سنن ابی داود: ۴۹۵)۔

اور اگر ترغیب و ترہیب اور تادیبی کارروائی کے باوجود بھی کاہلی ختم نہ ہو تو ایسی صورت میں اس طالب کو مدرسے سے اخراج کر دیا جائے کیونکہ وہ ایک ناسور بن چکا ہے جو دیگر دوسرے طلبہ کو بھی متاثر کرے گا۔

طلبہ کی خارجی سرگرمیوں پر بھی نگرانی ہونی چاہئے جیسے کہ اسپورٹس اور کھیل کود وغیرہ۔

کیونکہ عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ نماز کا وقت نکل جاتا ہے اور ان کا کھیل اور لہو ولعب جاری رہتا ہے، وہ نہ اللہ سے حیاء کرتے ہیں اور نہ ہی امت سے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انکے ساتھ بعض اساتذہ یا بعض اہم ذمیداران بھی ہوتی ہیں۔

ایسی صورت میں ضروری ہے کہ انکے خلاف شکایت کی جائے اور ان کا معاملہ عدالت تک پہونچائی جائے تا کہ ان کے خلاف سخت کارروائی کی جا سکے اور یہ لوگ پھر دوبارہ ایسی حرکت نہ کر سکیں اور

دوسرے لوگ ان سے عبرت حاصل کریں۔

نماز سے بھاگنا اور لاپرواہی کرنا یک منافقین کی نشانی ہے جن کے گھروں تک کے جلانے کا قصد کرلیا تھا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي ※ رَيْرَ ※ ،قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّ ※ِ صَلَّ ※ اللَّ ※ُ عَلَيْ ※ِ وَسَلَّمَ :" لَقَدْ ※َمَمْتُ أَنْ آمُرَ بِالصَّلَا ※ِ فَتُقَامَ، ثُمَّ آمُرَ رَجُلًا فَيُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، ثُمَّ أَنْطَلِقَ بِرِجَالٍ مَعَ ※ُمْ حُزَمٌ مِنْ حَطَبٍ إِلَ ※ قَوْمٍ لَا يَشْ ※َدُونَ الصَّلَا ※َ ،وأُحَرِّقَ عَلَيْ ※ِمْ بُيُوتَ ※ُمْ بِالنَّارِ" .

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرا پختہ ارادہ ہوا کہ نماز پڑھنے کا حکم دوں اور اس کے لیے اقامت کہی جائے، پھر ایک آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، اور میں کچھ ایسے لوگوں کو جن کے ساتھ لکڑیوں کا گٹھر ہو، لے کر ان لوگوں کے پاس جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے ہیں، اور ان کے ساتھ ان کے گھروں کو آگ لگا دوں"۔(ابن ماجہ: ۷۹۱)۔

اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے:(إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَى يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا [142] مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا) ترجمہ: بے شک منافق لوگ اللہ سے دھوکا بازی کر رہے ہیں، حالانکہ وہ انھیں دھوکا دینے والا ہے اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت کم۔ [142] اس کے درمیان متردد ہیں، نہ ان کی طرف ہیں اور نہ ان کی طرف اور جسے اللہ گمراہ کر دے پھر تو اس کے لیے ہرگز کوئی راستہ نہ پائے گا۔(النساء: ۱۴۲)۔

اس وقت عالم اسلام کے اندر جو کھیل کود کے کلب اور گیم چل رہے ہیں مسلمانوں پر ضروری ہیکہ وہ

ان سے چھٹکارا حاصل کریں اور اپنے بچوں کو ان سے دور رکھیں، کیونکہ وقت کے ضائع ہونے اور دین واخلاق کا جنازہ نکالنے میں یہ بھی بہت بڑا کردار ادا کرتے ہیں۔

صرف شرعی دائرے میں رہ کر ہی کھیل کود کئے جاسکتے ہیں بایں طور کہ اسلامی مبادیئات اور اخلاق وفرائض سے متصادم نہ ہو۔

اسی طرح میڈیا کے مختلف ذرائع کے تئیں بھی ہم پر واجب ہے کہ اس کا ہم صحیح استعمال کریں اور امت کیلئے اہم پروگرام پیش کریں، ایسے پروگراموں سے دور رہیں جو اسلامی تعلیمات کے مخالف ہوں۔

والدین اور سرپرستوں پر واجب ہیکہ وہ بچوں کی سخت نگرانی کریں تاکہ وہ فضول پروگراموں میں اپنے قیمتی اوقات ضائع نہ کریں، کیونکہ یہ پروگرام انہیں سبق اور قرآن کے مراجعہ سے غافل کر دیتے ہیں۔

اسلئے ضروری ہے کہ والدین ان پر نظر رکھیں اور انہیں ایسے پروگراموں کے دیکھنے کی اجازت بالکل نہ دیں، انکے لئے نظام الاوقات بنائیں، کچھ بہت ہی محدود پیمانے پر کچھ خاص مفید پروگراموں کے دیکھنے کی اجازت دیں ایسے پروگرام کی اجازت بالکل نہ دین جس کی وجہ سے انکے اخلاق اور دین کو نقصان پہونچے۔

نسل نو اور نونہالان امت کو قرآن و حدیث سے جوڑنے اور انہیں مضبوطی کے ساتھ تھامنے کیلئے میری طرف سے یہ کچھ چند کلمات تھے تاکہ یہ امت کے مجد وشرف کو دوبارہ بحال کرنے میں کامیاب ہو سکیں، اور اسلاف کی یاد تازہ کرسکیں۔

امید ہے کہ ان باتوں پر دھیان دیا جائے گا اور کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنے پر کام کیا جائے گا، دعا ہیکہ اللہ تعالی ہم سب کو علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے وصلی اللہ وسلم وبارک علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

فہم سلف کی روشنی میں کتاب وسنت پر عمل کرنا

تالیف:

علامہ ربیع بن ھادی مدخلی

مترجم:

د/ اجمل منظور المدنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه ونستغفره ونستهديه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا و من سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له و من يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله.

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ} [آل عمران: 102]، {يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا} [النساء: 1]، {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا * يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا} (الأحزاب: ۷۱)۔

أما بعد:

فإن أصدق الحديث كلام الله، وخير الهدي هدي محمد صلى الله عليه وسلم، وشر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة في النار.

امابعد:

مجھے بڑی مسرت ہو رہی ہے کہ میں آج اس مبارک ملاقات میں اپنے جزائری بھائیوں کے بیچ میں ہوں بطور خاص سطیف علاقے کے اندر، جن کے بارے میں مجھے ہمیشہ اچھی خبریں ہی ملتی رہی ہیں،

امید رکھتا ہوں کہ آپ سب بھی عقیدے اور صحیح منہج ہی پر قائم ہوں گے یعنی کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامے رکھنا اور سلف صالح کے منہج پر قائم رہنا۔

اس خاص ملاقات میں میری پہلی کوشش یہی ہے کہ میں آپ کو کتاب اللہ اور سنت رسول کو مضبوطی سے تھامے رکھنے کی وصیت کروں، خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ وتابعین کے منہج پر قائم رہنے کی تلقین کروں، اور ان تمام ائمہ دین اور فقہاء ومفسرین کے طریقے پر چلنے کی نصیحت کروں جو منہج صحابہ کی روشنی میں کتاب وسنت پر قائم تھے اور تالیف وتصنیف نیز دعوت وتبلیغ کے ذریعے جنہوں نے اللہ کے دین کی نصرت ومدد کی۔

میں اپنے جزائری سلفی بھائیوں کو اس بات پر ابھاروں گا کہ وہ منہج سلف اور کتاب وسنت کی دعوت کو ائمہ دین کی کتابوں سے استفادہ کریں جیسے کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی، جامع ترمذی، صحیح ابن حبان، مسند احمد، مصنف عبد الرزاق، مصنف بن ابی شیبہ، اور وہ تمام معاجم جنہیں سنت کی خدمت میں تصنیف کیا گیا، اسی طرح سنن بیہقی الکبری اور سنن بیہقی الصغری۔

ان کتابوں کے ذریعے ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور سلف صالح کے منہج کو سمجھ سکتے ہیں جہاں پر عقیدہ، سلوک اور منہج سب موجود ہے۔

چنانچہ انہیں کتابوں سے ہم اپنے عقائد، اخلاق، منہج اور دین کو حاصل کر سکتے ہیں اور اپنی زندگی کے معمولات میں اسے نافذ کر سکتے ہیں۔

اسی طرح تفسیر کے میدان میں درج ذیل کتابوں سے استفادہ کر سکتے ہیں:

-تفسیر طبری۔

-تفسیر بغوی۔

-تفسیر ابن کثیر۔

-تفسیر عبد الرزاق۔

-تفسیر ابن ابی حاتم۔

-تفسیر العلامہ سعدی۔

اسی طرح کی دیگر تفسیر ماثور۔

اسی طرح عقائد کے میدان میں درج ذیل کتابوں سے استفادہ کر سکتے ہیں:

-کتاب السنہ لعبد اللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ۔

-کتاب السنہ للامام خلال۔

-کتاب الشریعہ للآ جری۔

-شرح اصول اعتقاد اھل السنہ والجماعہ للالکائی۔

-کتاب الحجہ لابی القاسم اصبہانی۔

اسی طرح دیگر عقائد کی کتابیں جن کے اندر دلائل کے ساتھ سلفی عقائد کا بیان ہے، اور باطل عقائد اور بدعات نیز گمراہ فرقوں پر رد ہے۔

ان کتابوں کی روشنی میں آپ کو سلف صالح کے منہج اور عقیدے کا علم ہوگا، ساتھ ہی دوسرے باطل فرقوں کے انحرافات وضلالات سے آگاہی حاصل ہوگی۔

جلیل القدر صحابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کا یہی طریقہ تھا جیسا کہ تفصیل سے اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَن حُذَيْفَةَ بْنَ الْيَمَانِ، يَقُولُ:" كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ، وَكُنْتُ أَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ أَنْ يُدْرِكَنِي، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا كُنَّا فِي جَاهِلِيَّةٍ وَشَرٍّ، فَجَاءَنَا اللَّهُ بِهَذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ هَذَا الْخَيْرِ مِنْ

شَرٍّ؟، قَالَ: نَعَمْ، قُلْتُ: وَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ؟، قَالَ: نَعَمْ، وَفِيهِ دَخَنٌ، قُلْتُ: وَمَا دَخَنُهُ؟، قَالَ: قَوْمٌ يَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ، قُلْتُ: فَهَلْ بَعْدَ ذَلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ؟، قَالَ: نَعَمْ، دُعَاةٌ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، صِفْهُمْ لَنَا، قَالَ: هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا، وَيَتَكَلَّمُونَ بِأَلْسِنَتِنَا، قُلْتُ: فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَكَنِي ذَلِكَ، قَالَ: تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ، قُلْتُ: فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ؟، قَالَ: فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا، وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذَلِكَ".

ترجمہ: سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے بارے میں پوچھا کرتے تھے لیکن میں شر کے بارے میں پوچھتا تھا۔ اس خوف سے کہ کہیں میری زندگی میں ہی شر نہ پیدا ہو جائے۔ میں نے پوچھا: یارسول اللہ! ہم جاہلیت اور شر کے دور میں تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس خیر سے نوازا تو کیا اس خیر کے بعد پھر شر کا زمانہ ہوگا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ میں نے پوچھا: کیا اس شر کے بعد پھر خیر کا زمانہ آئے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں لیکن اس خیر میں کمزوری ہوگی۔ میں نے پوچھا کہ کمزوری کیا ہوگی؟ فرمایا کہ کچھ لوگ ہوں گے جو میرے طریقے کے خلاف چلیں گے، ان کی بعض باتیں اچھی ہوں گی لیکن بعض میں تم برائی دیکھو گے۔ میں نے پوچھا کیا پھر دور خیر کے بعد دور شر آئے گا؟ فرمایا کہ ہاں جہنم کی طرف سے بلانے والے دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہوں گے، جو ان کی بات مان لے گا وہ اس میں انہیں جھٹک دیں گے۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! ان کی کچھ صفت بیان کیجئے۔ فرمایا کہ وہ ہمارے ہی جیسے ہوں گے اور ہماری ہی زبان (عربی) بولیں گے۔ میں نے پوچھا: پھر اگر میں نے وہ زمانہ پایا تو آپ مجھے ان کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا کہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کے ساتھ رہنا۔ میں نے کہا کہ اگر مسلمانوں کی

جماعت نہ ہو اور نہ ان کا کوئی امام ہو؟ فرمایا کہ پھر ان تمام لوگوں سے الگ ہو کر خواہ تمہیں جنگل میں جا کر درختوں کی جڑیں چبانی پڑیں یہاں تک کہ اسی حالت میں تمہاری موت آ جائے۔ (صحیح بخاری: ۷۰۸۴)۔

باطل کی معرفت حاصل کر کے اس سے بچنا ایک ایسا واضح فریضہ ہے جسے قرآن اور سنت دونوں میں بیان کیا گیا ہے، اور جس پر سلف امت قائم تھے۔

اور حقیقت یہی ہے کہ حق کو جان کر اسکی پیروی کریں اور اسی کی طرف دعوت دیں اور باطل کو جان کر اس سے دور رہیں اور دوسروں کو بھی اس سے آگاہ کریں۔

اسکے بغیر دین کی دعوت مکمل نہیں ہو سکتی، اسلئے ضروری ہے کہ حق کو جان کر اسکی پیروی کریں اور اسی کی طرف دعوت دیں اور باطل کو جان کر اس سے دور رہیں اور دوسروں کو بھی اس سے آگاہ کریں۔

اسی باب میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی شامل ہوگا۔ بلکہ اسی میں علمی جہاد کا فریضہ بھی شامل ہوگا جو کہ جہاد بالسیف سے بھی زیادہ افضل ہے جیسا کہ اہل علم نے ثابت کیا ہے، بلکہ اسی کے تحت دینی نصیحت اور خیر خواہی بھی شامل ہے جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " الدِّينُ النَّصِيحَةُ، قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلَّهِ، وَلِكِتَابِهِ، وَلِرَسُولِهِ، وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ، وَعَامَّتِهِمْ ".

ترجمہ: سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دین خلوص اور خیر خواہی کا نام ہے۔" ہم نے کہا: کس کی خیر خواہی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانوں کے حاکموں کی اور سب مسلمانوں کی۔" (صحیح مسلم: ۵۵)۔

ہمیں کسی تنگی اور احساس کمتری کا شکار نہیں ہونا چاہئے، مداہنت اور بے جا رواداری کا نتیجہ ہم نے

دیکھا ہے، ہمیں معتدل منہج پر قائم رہنا چاہیے جس کا ہمیں اللہ نے حکم دیا ہے اور اسی منہج کی تعریف کی ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے: (وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَإِن كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ) ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تا کہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے اور ہم نے وہ قبلہ جس پر تو تھا، مقرر نہیں کیا تھا مگر اس لیے کہ ہم جان لیں کون اس رسول کی پیروی کرتا ہے، اس سے (جدا کر کے) جو اپنی دونوں ایڑیوں پر پھر جاتا ہے اور بلاشبہ یہ بات یقینا بہت بڑی تھی مگر ان لوگوں پر جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ تمھارا ایمان ضائع کر دے۔ بے شک اللہ لوگوں پر یقینا بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ (البقرہ: ۱۴۳)۔

یعنی افراط وتفریط کے درمیان اعتدال پر قائم رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اور یہی برحق منہج ہے، یہی اللہ کا راستہ ہے جو غلو و جفا کے درمیان اعتدال پر قائم ہے، چنانچہ اس دین کے اندر نہ ہی سختی ہے اور نہ ہی غلو ہے، دونوں سے منع کیا گیا ہے، اور دونوں کے انجام بھیانک ہیں، انہیں دونوں افراط وتفریط سے اسلام کو ہمیشہ نقصان پہونچا ہے، اور انہیں سے سلفی منہج کو بھی نقصان پہونچا ہے۔

دور حاضر میں سلفی منہج پر چلنے کا دعوی کرنے والے کچھ ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو حکمت اور مصلحت کے نام پر بے جا رواداری دکھاتے ہیں اور کچھ ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو شدت پسندی اختیار کرتے ہیں، اس طرح یہ دونوں قسم کے لوگ اس منہج اور طریقے سے لوگوں کو متنفر کرتے ہیں۔ جبکہ سلفی منہج کے اندر دونوں کیلئے کوئی جگہ نہیں ہے۔

سلفی منہج اعتدال کا نام ہے جو لوگوں کو صحیح دین سے جوڑتا ہے، نفرت نہیں آسانی پیدا کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تعلیم ہے جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا".

ترجمہ: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسانی کرو اور سختی نہ کرو اور خوش کرو اور نفرت نہ دلاؤ۔(صحیح بخاری:٦٩)۔

اسی طرح ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا وأَبَا مُوسَى إِلَى الْيَمَنِ، قَالَ:" يَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا، وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا".

ترجمہ: سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ کو یمن بھیجا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر یہ ہدایت فرمائی تھی کہ (لوگوں کے لیے) آسانی پیدا کرنا، انہیں سختیوں میں مبتلا نہ کرنا، ان کو خوش رکھنا، نفرت نہ دلانا، اور تم دونوں آپس میں اتفاق رکھنا، اختلاف نہ پیدا کرنا۔(صحیح بخاری:٣٠٣٨)۔

ممکن ہے کچھ لوگ اس آسانی سے مداہنت اور بے جا رواداری سمجھ لیں اور پھر اسی راہ پر نکل پڑیں، جس طرح کچھ لوگوں نے حکمت سے مداہنت اور سیاسی چال سمجھ لیا جس کا نتیجہ ہے کہ وہ خود اسلام کیلئے مضر بنے ہوئے ہیں۔

جبکہ دوسری طرف کچھ لوگ کتاب وسنت اور سلف صالح کے منہج کو لازم پکڑنے سے شدت اور سختی سمجھ لیا، جس کی وجہ سے وہ سلفی دعوت اور سلفی منہج کیلئے نقصان دہ بنے ہوئے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہی حال اکثر ممالک کا ہے جن میں خود جزائر بھی شامل ہے۔

اور آپ لوگوں نے ان دونوں مناہج کے نتائج کا تجربہ کرلیا ہے:

* وہ منہج جس کی بنیاد پر کچھ لوگ حکمت اور مصلحت کے نام پر بے جا رواداری دکھاتے ہیں۔ اور غلط طریقوں سے باطل کا دفاع بھی کرتے ہیں۔

* وہ منہج جسکی بنیاد پر کچھ لوگ شدت پسندی اختیار کرتے ہیں، اس طرح یہ اس منہج اور طریقے سے لوگوں کو سلفیت اور سلفیوں سے متنفر کرتے ہیں۔

کچھ لوگوں نے غیرت کا مظاہرہ کیا تو انکا وہ عمل خود سلفی دعوت کیلئے نقصان دہ بن گیا، اور اسکی وجہ سے سلفیوں کے اندر آپس میں دشمنی پیدا ہوگئی۔

اسلئے ایسے اعمال سے بچنے کی ضرورت ہے، اور دوسروں کو بھی بچانے کی ضرورت ہے۔ حکمت اور اچھی نصیحت اور عمدہ گفتگو کے ذریعے دعوت کی ضرورت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ [33] وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ [34] وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ) ترجمہ: اور بات کے اعتبار سے اس سے اچھا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ بے شک میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔ [33] اور نہ نیکی برابر ہوتی ہے اور نہ برائی۔ (برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا جیسے وہ دلی دوست ہے۔ [34] اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کریں اور یہ نہیں دی جاتی مگر اسی کو جو بہت بڑے نصیب والا ہے۔ (فصلت: ۳۵)۔

چنانچہ جو ہم سے سیکھے اور منہج سلف کو جانے تو اس پر واجب ہیکہ وہ قرآن وسنت اور سلف صالح کے منہج پر چلے نرمی، اعتدال اور آسانی کے ساتھ جس منہج اور طریقے کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

زندگی میں لاگو کیا اور صحابہ کرام اور دیگر سلف صالح نے بھی اسی کی پیروی کی۔

ساتھ ہی یہ بھی دھیان رہے کہ وہ دین اور دعوت کے میدان میں کسی قسم کی مداہنت کو نہ اپنائے، اور اس قدر شدت اور سختی بھی نہ اپنائے کہ لوگ سلفی دعوت سے متنفر ہو جائیں، یعنی وہ نہ تو غلو سے کام لیں اور نہ ہی مداہنت سے۔

اور جو اس منہج اور طریقے کو اب تک نہ سیکھا ہو اس پر واجب ہیکہ وہ پہلے کتاب وسنت کو سمجھے اور سیکھے، جہاں تک ہو سکے کتاب اللہ اور سنت رسول کے نصوص کو یاد کرے، کیونکہ دعوت کے میدان میں یہی اسکے لئے کارآمد ہوں گے، اور صحیح طریقے سے اسے لوگوں تک پہونچائے، کیونکہ عدم جانکاری اور یاد نہ ہونے کی صورت میں نصوص پے اندر تحریف ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اور معنی ومفہوم بھی بدل سکتا ہے ممکن ہے اسکا احساس بھی نہ ہو۔

یہی وجہ ہے کہ علماء نے جاہلوں کو دعوت دین اور دینی بحث ومباحثہ سے روکا ہے، کیونکہ اسکے نتائج برے ہوتے ہیں اور سلفی دعوت کیلئے بہت ہی نقصان دہ بھی۔

اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ) ترجمہ: کہہ دے یہی میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت پر، میں اور وہ بھی جنھوں نے میری پیروی کی ہے اور اللہ پاک ہے اور میں شریک بنانے والوں سے نہیں ہوں۔ (یوسف: ۱۰۸)۔

کیونکہ ایک داعی جب اسلام کے اصولوں سے ناواقف ہوتا ہے، کتاب وسنت کے نصوص اور منہج سلف نیز دعوت کے شرف وخوبی سے نابلد ہوتا ہے تو ایسا شخص سلفی دعوت کیلئے فائدے سے زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے۔

ہاں ایسا شخص اپنی جانکاری اور محدود علم کے مطابق دعوت کا کام اپنے سے کم جانکار لوگوں کے

درمیان کرے گا۔اور دین کے تعلق سے کوئی ایسی بات نہیں کرے گا جسے وہ نہ جانتا ہو۔

ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ) ترجمہ: کہہ دے میرے رب نے تو صرف بے حیائیوں کو حرام کیا ہے، جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو اور یہ کہ تم اللہ کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کہو جو تم نہیں جانتے۔(الاعراف:۳۳)۔

اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کرنا جو اس نے نہ کہی ہو یہ گناہ کبیرہ بلکہ ابن القیم رحمہ اللہ وغیرہ نے اسے شدید ترین کفر میں شمار کیا ہے کیونکہ کفر وشرک اور بدعات وضلالات سب اسی ضمن میں آتے ہیں۔

اسی لیے کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دعوت کے میدان میں،فتوی یا تدریس کے دوران یا کسی دوسرے دینی امور میں ایسی بات کہے جسے اللہ نے مشروع نہ کیا ہو،حتی کہ کسی عالم کیلئے بھی بغیر علم کے کچھ کہنا جائز نہیں ہے۔اسی لئے سلف کا یہ طریقہ تھا کہ ان سے جب کسی چیز کے بارے میں سوال کیا جاتا اور انہیں معلوم نہیں ہوتا تو وہ لا ادری اور لا اعلم کہہ دیتے تھے یعنی مجھے نہیں معلوم ہے،اور ایس میں ایک دوسرے کو یہ وصیت کرتے تھے کہ اپنے تلامذہ کو (لا ادری) سکھایا کریں۔

اسلئے ایک عالم اور مقتدر طالب علم پر واجب ہیکہ جب وہ تعلیم دے تو اپنے دین وسلوک میں عقیدہ ومنہج میں اور دیگر امور زندگی میں ورع کا مظاہرہ کرے،اور تلامذہ کو بھی اسی ورع کی تربیت دے، بطور خاص دینی امور میں کیونکہ جب اسکے دل سے خوف الہی نکل جائے گا تو پھر وہ دین کے شارع اللہ کے بارے میں ایسی بات کہنے لگے گا جسکا اسے علم نہیں۔

اور ایسے شخص پر کتاب وسنت کے اندر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں،ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ

الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ﴾ ترجمہ: اور اس کی وجہ سے جو تمھاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں، مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تا کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔(النحل:١١٦)۔

اور جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " اتَّقُوا الْحَدِيثَ عَنِّي إِلَّا مَا عَلِمْتُمْ، فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، وَمَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری طرف سے کوئی بات اس وقت تک نہ بیان کرو جب تک کہ تم (اچھی طرح) جان نہ لو کیونکہ جس نے جان بوجھ کر جھوٹی بات میری طرف منسوب کی تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے اور جس نے قرآن میں اپنی عقل ورائے سے کچھ کہا وہ بھی اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے“۔(سنن ترمذی:٢٩٥١)۔

اسلئے ضروری ہے کہ ہم تمام امور میں جھوٹ سے دور رہیں اور سچائی واخلاص کو لازم پکڑیں۔

دور حاضر میں دراصل جھوٹ اور بہتان اور پروپیگنڈوں کی بہتات ہے، اسلئے ہم اہل سنت والجماعہ پر واجب ہو جاتا ہے کہ حق اور سچائی واخلاص کو لازم پکڑیں اور مضبوطی کے ساتھ اس پر جمے رہیں، کیونکہ اسی کا ہمیں حکم ہے جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ، وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ صِدِّيقًا، وَإِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ، فَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ، وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَمَا يَزَالُ الْعَبْدُ

يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكَذِبَ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سچ بولو، اس لیے کہ سچ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے، آدمی ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچ کی تلاش میں رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک سچا لکھ دیا جاتا ہے، اور جھوٹ سے بچو، اس لیے کہ جھوٹ گناہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور گناہ جہنم میں لے جاتا ہے، آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کی تلاش میں رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے"۔ (سنن ترمذی: ۱۹۷۱)۔

یہ صدیقیت کا بلند مقام ایک مخلص مومن بندہ اپنی سچائی اور امانت داری سے حاصل کرسکتا ہے اور دوسرا گھٹیا مقام جھوٹ کے ذریعے ملے گا۔

اسلئے ایک سلفی مومن پر واجب ہیکہ وہ اپنے معاملات میں سچائی کو لازم پکڑے اور جھوٹ سے اجتناب کرے اور اسی طرح اپنے بچوں کو بھی اسی کی تربیت دے، انہیں سچائی، صبر، حلم و بردباری اور ان تمام اخلاق کی تعلیم دے جنہیں اللہ پسند کرتا ہے اور جن کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: (مجھے مبعوث کیا گیا تاکہ میں مکارم اخلاق کو پورا کروں)۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اعلی اخلاق و کردار کی تعلیم دیتے تھے اور برے اخلاق سے منع کرتے تھے۔

اسلئے ضروری ہے کہ آپ لوگ پہلے علوم شرعیہ کو حاصل کریں اور انکے لئے انہیں کتابوں کی طرف رجوع کریں جنکی طرف میں اشارہ کر دیا ہے کیونکہ کتاب وسنت کے فہم میں وہی معاون ثابت ہوں گی۔

دعا ہیکہ اللہ تعالی ہم سب کو علم نافع اور عمل صالح نیز دعوت دین کی توفیق عطا فرمائے، حجت و برہان، بصیرت وحکمت اور علم وصبر سے نوازے، ان ربی لسمیع الدعاء۔

اس دینی اور دعوتی پروگرام کو ہمارے جن بھائیوں نے منظم کیا ہے یہ بہت ہی مبارک پروگرام ہے جس کے اندر علماء ومشائخ اور طالبان علوم شریعت نے شرکت کی ہے، ان شاء اللہ اس کا فائدہ بہت ہی عظیم ہوگا اور یقینا درج ذیل حدیث کے تحت شامل ہوگا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص ہدایت کی طرف بلائے اس کو ہدایت پر چلنے والون کا بھی ثواب ملے گا اور چلنے والوں کا ثواب کچھ کم نہ ہوگا اور جو شخص گمراہی کی طرف بلائے اس کو گناہ پر چلنے والوں کا بھی گناہ ہوگا اور چلنے والوں کا گناہ کچھ کم نہ ہوگا۔ (صحیح مسلم: ۲۶۷۴)۔

اللہ تعالی اس عمل کو خیر و برکت کا ذریعہ بنائے، وصلی اللہ وسلم و بارک علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

